5/93

تدبّر

5/93

زیرِ نگرانی
مولانا امین احسن اصلاحی

یکے از مطبوعات
ادارہ تدبّرِ قرآن و حدیث
لاهور - پاکستان

نئے مطبوعات

مولانا امین احسن اصلاحی کی درج ذیل تصانیف مطالعہ فرمایئے:

○ فلسفے کے بنیادی مسائل قرآن حکیم کی روشنی میں ۵۶/= روپے

موضوعات: خدا کی ذات وصفات۔ کائنات میں انسان کا مقام۔ خیروشر۔ جبرواختیار۔ آخرت اور جزا وسزا۔ نظام نبوت۔

○ مقالاتِ اصلاحی۔ جلد اوّل ۸۷/= روپے

موضوعات:

اسوۂ حسنہ۔ جماعتِ اسلامی سے علیحدگی کی بنیادیں۔ معاشرہ کی اصلاح کا منہاج۔ مغربی تہذیب سے مرعوبیت کے اثرات۔

○ اسلامی قانون کی تدوین ۴۲/= روپے

○ مجموعہ تفاسیر فراہی (مصنفہ امام فراہیؒ) ۱۷۶/= روپے

○ تفہیمِ دین ۵۴/= روپے

موضوعات:

قرآنیات۔ تحقیق حدیث وسنت۔ فلسفۂ دین
اسلامی نظام اجتماعی۔ قومی و ملی معاملات۔

فاران فاؤنڈیشن

۱۲۲- فیروز پور روڈ۔ اچھرہ۔ لاہور ۵۴۶۰۰
فون - ۴۸۰۸۰۰

تدبّر

سلسلہ نمبر ۴۴ | مئی ۱۹۹۳ء | ذی الحجہ ۱۴۱۳ھ

فہرست

تذکرہ و تبصرہ

مولانا اصلاحی مدظلہ ایک عہد آفرین شخصیت ——— خالد مسعود ۳

تدبر قرآن

تفسیر سورہ ھود (۲) ——— خالد مسعود ۵

تدبر حدیث

اعمال میں اخلاص کی شرط ——— امین احسن اصلاحی / سعید احمد ۱۳
علم اور حصول علم ——— امین احسن اصلاحی / سعید احمد ۱۸
بعض خاص فیصلے ——— امین احسن اصلاحی / سعید احمد ۲۵

اسالیب قرآن

حذف (۴) ——— خالد مسعود ۳۳

مقالات

غزوہ احد (۲) ——— خالد مسعود ۴۰

تبصرہ کتب

قرآنی مقالات ——— عبداللہ غلام احمد ۴۵
مقالات ہاشمی ——— عبداللہ غلام احمد ۴۶
کتابیات فراہی ——— عبداللہ غلام احمد ۴۷

مجلسِ ترتیب

- خالد مسعود (مدیر)
- عبداللہ غلام احمد
- ماجد خاور
- محبوب سبحانی
- سعید احمد

ناشر ——— ادارہ تدبر قرآن و حدیث
رحمان سٹریٹ، مسلم کالونی، سمن آباد، لاہور
مطبع ——— المطبعۃ العربیہ لاہور

قیمت -/8 روپے

خالد مسعود

مولانا اصلاحی مدظلہ ایک عہد آفرین شخصیت

ادارہ تدبر قرآن و حدیث کی روح رواں مولانا امین احسن اصلاحی مدظلہ کی ذات ہے۔ تیرہ سال قبل جب سے ادارہ قائم ہوا اس کے تعلیم و تدریس کے پروگرام ہوں یا تصنیف و تالیف کے، وہ انہی کی ذات سے مربوط رہے ہیں۔ اس دوران میں مولانا کا خود لکھنے لکھانے کا شغل، ہاتھ میں تکلیف کے باعث، برقرار نہ رہ سکا۔ لہٰذا رفقاء نے ان کے دروس و تقاریر کو ٹیپ کرکے تحریر کی صورت میں مرتب و مدون کرنا شروع کر دیا۔ ایک موضوع کو پہلے رسالہ تدبر میں شائع کیا گیا اور جب اس کی تکمیل ہو جاتی تو اسے کتابی شکل میں لایا گیا۔ اصول حدیث پر مولانا مدظلہ کی تصنیف، مبادی تدبر حدیث، اور فلسفے کے بنیادی مسائل قرآن حکیم کی روشنی میں، وہ کتابیں ہیں جو اسی طرح مدون ہو کر اشاعت کے مراحل سے گزری ہیں۔ مزید کتب مختلف مراحل میں ہیں اور اشاعت کی منتظر ہیں۔

امام حمید الدین فراہیؒ نے دین پر کام کرنے اور قرآن مجید میں فکر و تدبر کا جو انداز اختیار کیا اس کو اب فراہی مکتب فکر کا نام دیا جاتا ہے۔ اس کے اصول و مبادی کو قابل فہم اور قابل عمل بنانے میں جن چیدہ حضرات نے کاوشیں کی ہیں ان میں مولانا امین احسن اصلاحی صاحب کی خدمات طویل ترین بھی ہیں اور روشن ترین بھی۔ گزشتہ تقریباً [illegible] برسوں سے مولانا کا اوڑھنا بچھونا یہی فکر ہے۔ انہوں نے تفسیر تدبر قرآن لکھ کر ایک ایسا کارنامہ سرانجام دیا ہے جس پر فراہی مکتب فکر بجا طور پر فخر کر سکتا ہے اور ملت اسلامیہ کو اس پر مولانا کا ممنون ہونا چاہیے۔ آج لوگ اپنے مسلکی و سیاسی مقاصد کے تقاضوں سے تدبر قرآن کے مصنف کو برا بھلا کہنے پر مجبور بھی ہوں تب بھی در پردہ اسی کتاب سے کسب فیض کرکے وہ اپنے درس قرآن کو وقیع بناتے ہیں۔ اس کتاب نے قرآن فہمی کو نیا رخ دیا ہے جو اس کے طالب کو آسودہ کرتا ہے۔

امام فراہیؒ نے جس طرح قرآن مجید کی تاویل و تفسیر کے بیش قیمت اصول دیے اس طرح ان کو حدیث اور فقہ کے موضوعات پر کام کرنے کی مہلت کم میسر آئی۔ چنانچہ ان موضوعات پر ان کی تصانیف

میں تشنگی پائی جاتی ہے۔ تدبر قرآن کی تسوید و تالیف سے فارغ ہونے کے بعد مولانا اصلاحی مدظلہ کو اللہ تعالیٰ نے فرصت سے نوازا تو انہوں نے اس تشنگی کو بھی دور کرنے کی ٹھانی۔ انہوں نے روایات کو قرآن کی محکمات کی روشنی میں اور ان کے تابع لاکر سمجھنے کا انداز اپنایا اور اس علم کے کئی نشانات راہ قائم کیے۔ صحیح بخاریؒ کے بعض مشکل مقامات میں ان کی بعض تعبیریں بالکل اچھوتی اور تحقیق کا انداز بے حد متاثر کن ہے۔ موطا امام مالک کو گو حدیث کی کتاب سمجھا جاتا ہے لیکن حقیقت میں یہ مالکی فقہ کی مستند کتاب ہے۔ اس کتاب کے دروس میں مولانا نے عملاً بتایا ہے کہ فراہی مکتب فکر میں فقہ پر تحقیق کا کیا انداز ہونا چاہیے۔ فکر جدید کو قرآن کی کسوٹی پر پرکھنے کی طرح "فلسفے کے بنیادی مسائل — قرآن حکیم کی روشنی میں" ڈالی گئی ہے۔ اس کتاب میں حکمت قرآن کو مولانا نے جس طرح سمویا ہے وہ انہی کا حصہ ہے۔ بنابریں یہ توقع بے جا نہیں ہے کہ مولانا مدظلہ نے دین کے فہم میں فراہی مکتب فکر کے ہمہ گیر اطلاق کی جو راہیں سمجھائی ہیں وہ ان شاء اللہ اس فکر کو توانا کرنے کا باعث ہوں گی۔

گزشتہ تیرہ برسوں میں مولانا نے ادارہ کے رفقا کو موطا امام مالکؒ، عبادات کے بعض ابواب کے سوا، مکمل پڑھائی ہے اور صحیح بخاریؒ میں کتاب بدء الوحی، کتاب الایمان اور کتاب العلم کے بعد کتاب البیوع سے لے کر کتاب الشہادات تک کا درس دیا ہے۔ یہ تمام دروس ٹیپ میں محفوظ ہیں اور بالاقساط ان کو رسالہ تدبر میں شائع کیا جا رہا ہے۔

رمضان المبارک میں دروس کی چھٹی کر دی جاتی ہے۔ گزشتہ رمضان میں بھی چھٹی رہی لیکن شوال میں مولانا کی غیر معمولی نقاہت اور ضعف پیری کے باعث درس کا سلسلہ شروع نہ ہو سکا۔ اب درس کی تیاری کی مشقت مولانا کے لیے ناقابل برداشت ہو گئی ہے اور استعمال کی ادویہ کے زیر اثر دوران درس حلق بار بار خشک ہو جاتا ہے۔ اس صورت حال میں یہی مناسب سمجھا گیا ہے کہ مولانا کی توانائیوں کو بالکل ہی نچوڑ نہ لیا جائے بلکہ درس وغیرہ کا کام ادارہ کے رفقا اب اپنی استعداد کے مطابق خود کریں۔ قارئین سے درخواست ہے کہ وہ مولانا اصلاحی جیسی عہد آفرین شخصیت کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں اور یہ بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کی دینی خدمات کو قبولیت عطا فرمائے اور رفقائے ادارہ کو ان کے کام کو جاری رکھنے اور ترقی دینے کی توفیق ارزانی عطا فرمائے۔

خالد مسعود

تفسیر سورہ ہود (۲)

اور قوم ثمود کی طرف ہم نے ان کے بھائی صالح کو رسول بنا کر بھیجا۔ اس نے دعوت دی اے میری قوم کے لوگو اللہ کی بندگی کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ اسی نے تم کو زمین سے پیدا کیا اور اس میں آباد کیا تو اس سے مغفرت مانگو ۳۸، پھر اس کی طرف رجوع کرو۔ میرا رب قریب بھی ہے، قبول کرنے والا بھی ○ وہ بولے کہ صالح، اس سے پہلے تو ہمارے اندر تم بڑی امیدوں کے مرکز تھے۔ کیا تم ہمیں ان کی عبادت سے روکتے ہو جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے آئے! اور ہم تو اس چیز کے سبب سے جس کی تم ہمیں دعوت دے رہے ہو بڑی ہی سخت الجھن میں پڑ گئے ہیں ○ اس نے کہا، اے میری قوم کے لوگو، بتاؤ اگر میں اپنے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہوں اور اس نے اپنی جانب سے رحمت خاص سے بھی مجھے نوازا تو اگر میں اس کی نافرمانی کروں تو اللہ کی پکڑ کے وقت کون میرا مددگار ہو گا۔ سو تم میری بربادی ہی میں اضافہ کرو گے ○ ۶۳

اور اے میری قوم کے لوگو، یہ اللہ کی اونٹنی ہے تمہارے لئے ایک نشانی تو اس کو چھوڑو کہ یہ اللہ کی زمین پر چرے چگے اور اس کو کوئی گزند نہ پہنچاؤ ۳۹ ورنہ ایک قریبی عذاب تمہیں آ پکڑے گا ○ تو انہوں نے اس کی کوچیں کاٹ دیں۔ تب اس نے کہا کہ اب تین دن اور اپنی بستی میں رس بس لو۔ یہ

---

۳۸ مطلب یہ ہے کہ تم کو تعمیر و تمدن میں جو ترقی نصیب ہوئی ہے یہ خدا کا عطیہ ہے۔ اپنے ان کارناموں پر مغرور ہو کر زمین میں فساد برپا کرنے والے نہ بنو بلکہ صدق دل سے خدا کی طرف رجوع کرو۔ اس کو پانے کے لئے یہ کافی ہے کہ تم اخلاص کے ساتھ اس کی طرف توجہ کرو۔ اس کے قرب کے لئے شرکا و شفعا کی ضرورت نہیں ہے۔

۳۹ یہ اونٹنی عذاب الٰہی کی نشانی تھی۔ حضرت صالحؑ نے اس کو ایک احساس پیما آلہ کی حیثیت سے نامزد کیا تھا کہ اگر تنبیہ کے باوجود قوم نے اس کو ہلاک کر دیا تو یہ اس بات کا ثبوت ہو گا کہ اب یہ ظالم ان کو بھی قتل کرنے کی جسارت کر گزریں گے۔ کسی قوم کی جسارت کا یہی وہ مرحلہ ہوتا ہے جس میں رسول کو ہجرت کا حکم ہوتا ہے اور قوم پر عذاب آتا ہے۔

دھمکی جھوٹی نہیں ہونے کی○ پس جب ہمارا حکم صادر ہوا تو ہم نے صالح کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے اپنے خاص فضل سے اس عذاب اور اس دن کی رسوائی سے نجات بخشی ـ ۴۰ بے شک تمہارا رب ہی قوی اور غالب ہے○ اور ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا خدا کی ڈانٹ نے آپکڑا اور وہ اپنے گھروں میں زمین سے چمٹے پڑے رہ گئے○ گویا کہ کبھی ان میں بسے ہی نہیں۔ سن لو ثمود نے اپنے رب کی ناشکری کی۔ سن لو کہ ہلاکی ہو ثمود کے لیے○ ۶۸

اور ابراہیم کے پاس ہمارے فرستادے خوشخبری لے کر آئے ـ ۴۱۔ کہا سلامتی ہو۔ اس نے بھی کہا سلامتی ہو۔ دیر نہیں گزری کہ اس نے ان کے آگے بھنا ہوا بچھڑا پیش کیا○ پھر جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ اس کی طرف نہیں بڑھ رہے ہیں تو اس نے ان میں اجنبیت پائی اور ان کی طرف سے ایک خدشہ محسوس کیا ـ ۴۲۔ وہ بولے کہ تم کوئی اندیشہ نہ کرو، ہم تو قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں○ اور اس کی بیوی پاس کھڑی تھی وہ ہنسی پس ہم نے اس کو اسحاق کی خوشخبری دی اور اسحاق کے آگے یعقوب کی ـ ۴۳○ وہ بولی کہ ہائے شامت! کیا اب میں بچہ جنوں گی جب میں خود بھی ایک بڑھیا ہوں اور یہ میرے شوہر بھی بوڑھے ہیں! یہ تو ایک نہایت ہی عجیب بات ہوگی○ وہ بولے، کیا خدا کی بات پر تعجب! اللہ کی رحمت اور برکتیں نازل ہوں آپ پر اے اہل بیت نبی۔ بے شک وہ سزاوار حمد و بزرگ ہے○ ۷۳

تو جب ابراہیم کا خوف دور ہوا اور اس کو بشارت ملی تو وہ ہم سے قوم لوط کے بارے میں بحث کرنے لگا○ ـ ۴۴۔ بے شک ابراہیم نہایت ہی بردبار، دردمند اور اپنے رب کی طرف دھیان رکھنے

ـ۴۰ معلوم ہوا کہ عذاب کی یہ آفت ایسی بے پناہ اور ہمہ گیر تھی کہ اللہ کی رحمت کے سوا اور کوئی چیز اس سے نجات دلانے والی نہیں بن سکتی تھی۔

ـ۴۱ یہ فرستادے ملائکہ تھے جو انسانی بھیس میں حضرت ابراہیمؑ کے ہاں آئے تھے۔

ـ۴۲ حضرت ابراہیمؑ نے ان کو قرب و جوار کے کسی علاقے کے شریف اور صالح آدمی سمجھا اور ان کی ضیافت کا اہتمام کیا لیکن جب انہوں نے کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا تو ڈرے کہ یہ فرشتے نہ ہوں جو کسی بڑی مہم پر نکلے ہوں۔ اس لئے کہ فرشتوں کا ظہور کسی بڑی مہم ہی کے لئے ہوا کرتا ہے۔

ـ۴۳ فرشتوں نے بیٹے کی ولادت کی بشارت حضرت ابراہیمؑ کو دی جس کو حضرت سارہ نے سن لیا اور حیرت، تعجب اور مسرت کے گوناگوں جذبات کے تحت ہنس پڑیں۔ جس پر ان کی تکمیل مسرت کے لئے بیٹے کے علاوہ پوتے کی بھی بشارت دے دی گئی۔

ـ۴۴ اس بحث کا مقصد حسن ادب اور محبت و اعتماد کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے قوم لوط کی سفارش کرنا اور باصرار اپنی بات

والا تھا○ اے ابراہیم یہ بحث چھوڑو، اب تمہارے رب کا حکم ہو چکا ہے ـ ۴۵ اور ان پر ایک ایسا عذاب آنے والا ہے جو ٹالے نہ ٹالا جا سکے○ اور جب ہمارے فرستادے لوط کے پاس پہنچے وہ ان کے سبب سے غمگین ہوا اور اس کا دل بھنچا اور بولا کہ یہ تو بہت ہی کٹھن دن ہے ـ ۴۶○

اور اس کی قوم کے لوگ جھپٹے ہوئے اس کے پاس پہنچے اور یہ پہلے سے بدکاریوں میں مبتلا تھے۔ اس نے کہا اے میری قوم کے لوگو، یہ میری بیٹیاں ہیں، وہ تمہارے لئے زیادہ پاکیزہ ہیں ـ ۴۷ تو اللہ سے ڈرو اور میرے مہمانوں کے باب میں مجھے رسوا نہ کرو، کیا تم میں کوئی مرد معقول نہیں○ وہ بولے کہ تمہیں تو معلوم ہی ہے کہ تمہاری بیٹیوں پر ہمارا کوئی حق نہیں اور تم خوب جانتے ہو جو کچھ ہم چاہتے ہیں○ اس نے کہا کاش میرے پاس تم سے مقابلہ کی قوت ہوتی یا میں کسی طاقت اور سہارے کی پناہ لے سکتا ـ ۴۸○ فرستادوں نے کہا اے لوط ہم تمہارے رب کے فرستادے ہیں، یہ ہرگز تم تک پہنچ نہیں سکتے تو تم اپنے اہل و عیال کو لے کر کچھ رات رہے نکل جاؤ اور تم میں سے کوئی مڑ کے بھی نہ دیکھے۔ مگر تمہاری بیوی اس سے مستثنیٰ ہے، اس پر بھی وہی آفت آنی ہے جو ان پر مقدر ہو چکی ہے۔ ان کے عذاب کا وقت مقررہ صبح ہے، کیا صبح قریب نہیں○ ۸۱

پس جب آیا ہمارا عذاب تو ہم نے اس بستی کو یک قلم تلپٹ کر کے رکھ دیا اور اس پر سنگ گل کی بارش کی، تہ بہ تہ○ تمہارے رب کے پاس نشان لگائے ہوئے ـ ۴۹ اور وہ ان ظالموں سے کچھ

منوانے کی کوشش کرنا تھا۔ اس بحث کو عہد نامہ عتیق کی کتاب پیدائش کے باب ۱۸ کی آیات ۲۳ تا ۳۲ میں دیکھا جا سکتا ہے۔

ـ۴۵ یعنی اب اس قوم کے لئے دعا و سفارش کا وقت گزر چکا ہے۔

ـ۴۶ اس پریشانی کی وجہ یہ تھی کہ فرشتے خوبرو نوجوانوں کی شکل میں آئے جو گویا شہر کے سارے غنڈوں کو دعوت دینے کے ہم معنی تھا۔ چنانچہ حضرت لوطؑ کا اندیشہ صحیح ثابت ہوا۔

ـ۴۷ یہ پیشکش نہیں تھی بلکہ اپنی قوم کے ضمیر کو جگانے کے لئے حضرت لوطؑ کی آخری بے تابانہ فریاد تھی۔ کسی کے اندر اگر رائی برابر بھی حق کی حمیت و حمایت کا احساس ہوتا تو اس کا ضمیر ضرور بیدار ہو جاتا لیکن قوم لوط میں حسن شرافت سرے سے باقی ہی نہیں رہ گئی تھی۔

ـ۴۸ حضرت لوطؑ کی زبان سے یہ فقرہ انتہائی اضطراب اور غنڈوں کے رویہ سے آخری درجے میں مایوس ہو جانے کے بعد نکلا ہے۔ طاقتور سہارے سے مراد کوئی صاحب جمعیت اور بااثر شخص ہے جس کی پناہ لے کر وہ غنڈوں کی بیہودگی سے خود کو بچا سکتے۔

ـ۴۹ نشان لگائے ہوئے یعنی خدا کے علم اور اس کی قدرت میں قوم لوط کی بستی پر برسانے کے لئے پہلے سے مقدر اور

دور نہیں○ ۸۳

اور مدین کی طرف ہم نے ان کے بھائی شعیب کو بھیجا۔ اس نے دعوت دی کہ اے میری قوم کے لوگو! اللہ ہی کی بندگی کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اور ناپ اور تول میں کمی نہ کرو۔ میں تمہیں فارغ البالی کی حالت میں دیکھ رہا ہوں اور تم پر ایک گھیرنے والے دن کے عذاب کا اندیشہ رکھتا ہوں○ ے۵۰۔ اور اے میری قوم کے لوگو! ناپ اور تول کو پورا رکھو پورے عدل کے ساتھ اور لوگوں کی چیزوں میں ان کی حق تلفی نہ کرو اور زمین میں فساد پھیلانے والے بن کر نہ ابھرو○ اللہ کا بخشا ہوا منافع ہی تمہارے لئے بہتر ہے ے۵۱۔ اگر تم سچے ایمان والے ہو اور میں تم پر نگران نہیں ہوں○ وہ بولے کہ اے شعیب، کیا تمہاری نماز تمہیں یہ سکھاتی ہے کہ ہم ان چیزوں کو چھوڑ بیٹھیں جن کی ہمارے باپ دادا پرستش کرتے آئے یا یہ کہ ہم اپنے مال میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف نہ کریں؟ ے۵۲۔ بس تمہیں تو ایک دانشمند اور راست رو رہ گئے ہو○ اس نے کہا اے میری قوم کے لوگو، بتاؤ اگر میں اپنے رب کی جانب سے ایک واضح دلیل پر ہوں اور اس نے مزید اپنی جانب سے مجھے رزق حسن سے بھی نوازا ے۵۳۔ (تو اس کے سوا تمہیں اور کس چیز کی دعوت دوں) اور میں یہ نہیں چاہتا کہ تمہاری مخالفت کر کے وہی چیز خود اختیار کروں جس سے تمہیں روک رہا ہوں۔ میں تو صرف اصلاح چاہتا ہوں، جس حد تک کر سکوں ے۵۴۔ اور مجھے توفیق تو اللہ ہی کی مدد سے حاصل ہوگی۔ اسی پر میں نے بھروسہ کیا

مقرر تھے۔

ے۵۰ خوشحالی اور فارغ البالی کا فطری تقاضا یہ ہوتا ہے کہ بندے اپنے رب کے زیادہ سے زیادہ شکر گزار اور اس کے قانون عدل و قسط کے فرمانبردار بنیں۔ وہ ناشکری اور نافرمانی کی راہ اختیار کریں تو خوشحالی و رفاہیت ان کے لئے عذاب کا دیباچہ بن جاتی ہے۔

ے۵۱ اللہ کا بخشا ہوا منافع وہ جائز منافع ہے جو ایک تاجر ناپ تول میں ٹھیک ٹھیک عدل ملحوظ رکھ کر اور جھوٹ، ملاوٹ، فریب اور دیگر ہتھکنڈوں سے بچ کر حاصل کرتا ہے۔ یہ قلیل بھی ہو تو بے ایمانی سے حاصل کئے ہوئے کثیر منافع سے ہزار درجہ افضل ہوتا ہے۔

ے۵۲ یہ مفسدین نے حضرت شعیبؑ کی نیکی اور پاکبازی کو اپنے طنز کا ہدف بنایا ہے۔ گویا سارے فساد کی جڑ ان کی نیکیاں ہی ہیں۔

ے۵۳ رزق حسن سے مراد وحی الٰہی ہے۔ جس طرح مادی رزق انسان کی مادی زندگی کی بقا کے لئے ضروری ہے اسی طرح وحی الٰہی اس کی روحانی زندگی کے لئے ضروری ہے۔

ے۵۴ معلوم ہوتا ہے شریروں نے یہ اشتلا چھوڑا کہ یہ شخص ہمیں ایمان داری کا درس دے کر خود من مانی کر کے بازار پر

اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں○ اور اے میری قوم، کہیں میری ضد تمہارے لئے اس امر کا باعث نہ بن جائے کہ تم پر بھی اسی طرح کی آفت نازل ہو جس طرح کی آفت قوم نوح یا قوم ہود یا قوم صالح پر نازل ہوئی اور قوم لوط تو تم سے کچھ دور بھی نہیں○ اور اپنے رب سے مغفرت مانگو پھر اس کی طرف رجوع کرو۔ بے شک میرا رب نہایت مہربان اور بڑی محبت کرنے والا ہے○ وہ بولے کہ اے شعیب، جو باتیں تم کہتے ہو اس کا بہت سا حصہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا اور ہم تو تم کو اپنے اندر ایک کمزور وجود خیال کرتے ہیں اور اگر تمہارا خاندان نہ ہوتا تو ہم تو تم کو سنگسار کر دیتے اور تم ہم پر کچھ بھاری نہیں○ ے۵۵۔ اس نے کہا اے میری قوم، کیا میرا خاندان تم پر اللہ سے زیادہ بھاری ہے اور اس کو تو تم نے پس پشت ڈال رکھا ہے۔ میرا رب جو کچھ تم کر رہے ہو، سب کا احاطہ کیے ہوتے ہے○ اور اے میری قوم کے لوگو، تم اپنے طور پر کرو جو کر رہے ہو، میں بھی اپنے طور پر کر رہا ہوں ے۵۶، تم عنقریب جان لو گے کہ کس پر وہ عذاب آتا ہے جو اس کو رسوا کر کے رکھ دیتا ہے اور کون ہے جو جھوٹا ہے اور انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں○ اور جب ہمارا عذاب آیا ہم نے شعیب کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے اپنی رحمت سے نجات دی اور جن لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم ڈھائے ان کو ڈانٹ نے آ پکڑا پس وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے○ گویا کہ کبھی ان میں بسے ہی نہ تھے۔ ہاں، ہلاک ہوتے مدین جس طرح دفع ہوتے ثمود○ ۹۵

اور ہم نے موسیٰ کو فرعون اور اس کے اعیان کے پاس اپنی آیات اور ایک روشن نشان کے ساتھ رسول بنا کر بھیجا○ ے۵۷۔ تو انہوں نے فرعون ہی کی بات مانی حالانکہ فرعون کی بات راست نہ تھی○ وہ قیامت کے روز اپنی قوم کے آگے آگے ہوگا اور ان کو دوزخ میں لے جا اتارے گا اور کیا ہی برا گھاٹ ہوگا جس پر یہ اتریں گے○ اور اس دنیا میں ان کے پیچھے لعنت لگا دی گئی اور قیامت کے دن بھی۔ کیا ہی برا انعام ہے جو دیا گیا○ ۹۹

قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ حضرت شعیبؑ نے یہ اس پروپگنڈے کا جواب دیا ہے۔

ے۵۵ یعنی بجائے خود تم ہم پر ایسے گراں نہیں ہو کہ تم کو ٹھکانے لگا دینا ہمارے لئے کچھ مشکل ہو، البتہ تمہارے قبیلہ سے ہم خواہ مخواہ کا جھگڑا مول نہیں لینا چاہتے۔

ے۵۶ یعنی تم میری ضد اور مخالفت میں جو کچھ کرنا چاہتے ہو کر گزرو اور میں اپنے رب کی جانب سے انذار و تبشیر کے جس مشن پر مامور ہوں گا وہ کرتا رہوں گا۔

ے۵۷ آیات سے مراد عام نشانیاں ہیں جو حضرت موسیٰؑ کے ہاتھوں قدم قدم پر ظاہر ہوئیں اور روشن نشانی سے مراد معجزہ عصا ہے جس کی حیثیت ایک حجت قاہرہ کی تھی۔

یہ بستیوں کی کچھ سرگزشتیں ہیں جو ہم تمہیں سنا رہے ہیں، ؎۵۸ ان میں سے کچھ تو قائم ہیں اور کچھ مٹ مٹا گئیں ○ اور ہم نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ انہوں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا۔ تو ان کے وہ دیوتا جن کو وہ اللہ کے سوا پکارتے تھے، جب تیرے رب کا عذاب آیا، ان کے کچھ بھی کام نہ آئے۔ اور انہوں نے ان کی بربادی کے سوا اور کسی چیز میں اضافہ نہیں کیا ○ ؎۵۹۔ اور تیرے رب کی پکڑ، جب کہ وہ بستیوں کو ان کے ظلم میں پکڑتا ہے، اسی طرح ہوتی ہے۔ بے شک اس کی پکڑ بڑی ہی دردناک اور سخت ہے ○ اس میں ان لوگوں کے لئے بڑی نشانی ہے جو عذاب آخرت سے ڈریں۔ وہ ایک ایسا دن ہوگا جس کے لئے سارے ہی لوگ اکٹھے کئے جائیں گے اور وہ حاضری کا دن ہوگا ○ ؎۶۰۔ اور ہم تو اس کو بس ایک گنتی کی مدت کے لئے ٹال رہے ہیں ○ جب وہ دن آئے گا کوئی جان اس کے اذن کے بغیر کلام نہ کرسکے گی۔ پس ان میں کچھ بدبخت ہوں گے، کچھ نیک بخت ○ تو جو بدبخت ہوں گے وہ دوزخ میں پڑیں گے، اس میں ان کے لئے چلانا اور گھگیانا ہوگا ○ اسی میں پڑے رہیں گے جب تک آسمان و زمین قائم ہیں ؎۶۱۔ مگر جو تیرا رب چاہے۔ بے شک تیرا رب جو چاہے کر گزرنے والا ہے ○ اور رہے وہ جو نیک بخت ہیں تو وہ جنت میں رہیں گے جب تک آسمان و زمین قائم ہیں، مگر جو تیرا رب چاہے ؎۶۲۔ غیر منقطع عطیہ الٰہی ○ تو تم ان کے باب میں کسی تردد میں نہ پڑو جن کی یہ لوگ پوجا کر رہے ہیں۔ یہ اسی طرح پوج رہے ہیں جس طرح ان سے پہلے ان کے باپ دادا پوجتے رہے اور ہم ان کا حصہ ان کو پورا پورا بغیر کسی کمی کے دے کے رہیں گے ○ ۱۰۹

؎۵۸ خاتمہ سورہ کی ان آیات میں ان حقائق کی طرف توجہ دلائی ہے جو ماضی کی سرگزشتوں کے اندر مضمر ہیں۔ ان میں قریش کے لئے بھی سبق ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھیوں کو بھی ضروری ہدایات دی ہیں۔

؎۵۹ جھوٹے سہارے ضرورت کے وقت مصیبت اور محرومی ہی میں اضافہ کرتے ہیں۔ اگر پیاسا سراب کو پانی سمجھ کر اس کی طرف بھاگے تو جس وقت اس کے سامنے اصل حقیقت واضح ہوگی اس وقت موت اس کے سامنے منہ کھولے ہوئے کھڑی ہوگی اور زندگی کی تمام راہیں مسدود ہو چکی ہوں گی۔

؎۶۰ یہ اس لئے تاکہ ہر معاملے کے سارے فریق سامنے موجود ہوں اور پورے انصاف کے ساتھ ان کا فیصلہ ہو سکے اور ہر شخص اپنی نیکی کا صلہ یا اپنی بدی کی سزا بھگتے۔

؎۶۱ مراد وہ آسمان و زمین ہیں جو قیام قیامت کے وقت نئے قوانین کے تحت ظہور میں آئیں گے۔

؎۶۲ مگر جو تیرا رب چاہے، سے خالدین فیہا کی نفی مقصود نہیں بلکہ یہ اشارہ نکلتا ہے کہ بدبختوں کے دائمی عذاب میں تخفیف کا اختیار اللہ ہی کو ہوگا اور نیک بختوں کے احوال و مراتب میں خوب سے خوب تر کی نوعیت کی تبدیلیاں

اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تو اس میں اختلاف کیا گیا ؎۶۳۔ اور اگر تیرے رب کی طرف سے ایک بات پہلے ہی نہ طے ہو چکی ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا اور یہ لوگ اس کی طرف سے الجھا دینے والے شک میں پڑے ہوئے ہیں ○ اور یقیناً تیرا رب ہر ایک کو اس کے اعمال کا بدلہ پورا کر کے رہے گا۔ وہ جو کچھ یہ کر رہے ہیں اس سے باخبر ہے ○ تو تم جمے رہو جیسا کہ تمہیں حکم ملا ہے اور وہ بھی جنہوں نے تمہارے ساتھ توبہ کی ہے اور حد سے نہ بڑھنا، بے شک وہ جو کچھ تم کر رہے ہو اس کو دیکھ رہا ہے ○ اور ان لوگوں کی طرف مائل نہ ہو جیو جنہوں نے ظلم کیا کہ تمہیں بھی دوزخ کی آگ پکڑے اور تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی حامی نہیں، پھر تمہاری مدد نہیں کی جائے گی ○ اور نماز کا اہتمام کرو دن کے دونوں حصوں میں اور شب کے کچھ حصہ میں۔ بے شک نیکیاں دور کرتی ہیں بدیوں کو ؎۶۴۔ یہ یاد دہانی ہے یاد دہانی حاصل کرنے والوں کے لئے ○ اور ثابت قدم رہو، اللہ خوب کاروں کا اجر ضائع نہیں کرے گا ○ ۱۱۵

پس کیوں نہ ایسا ہوا کہ تم سے پہلے کی امتوں میں سے ایسے حاملین حق ہوتے جو زمین میں فساد برپا کرنے سے روکتے مگر تھوڑے ان میں سے جن کو ہم نے ان میں سے نجات بخشی اور جن لوگوں نے ظلم کیا وہ اسی عیش میں پڑے رہے جس میں تھے اور وہ مجرم تھے ○ اور تیرا رب ایسا نہیں کہ وہ بستیوں کو ہلاک کر دے کسی ظلم کی پاداش میں جب کہ ان کے باشندے اصلاح میں سرگرم ہوں ؎۶۵ ○ ۱۱۷

اور اگر تیرا رب چاہتا تو لوگوں کو ایک ہی امت بنا چھوڑتا اور وہ برابر اختلاف میں رہیں گے ○ بجز ان کے جن پر تیرا رب رحم فرمائے اور اسی لئے ان کو اس نے پیدا کیا ہے ؎۶۶ اور تیرے رب کی

بھی اسی کے حکم سے ہوں گی۔

؎۶۳ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطمینان دلایا گیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے بھی تورات کے معاملے میں ان سے قدم قدم پر جھگڑا اور اختلاف کیا تھا لیکن انہوں نے صبر و استقامت کے ساتھ حالات کا مقابلہ کیا۔ تم بھی یہی روش اپناؤ تو اللہ تمہیں تمہارے مخالفوں پر فتح مند کرے گا۔

؎۶۴ یہاں نماز کا حکم صبر و استقامت کے حصول کی ایک تدبیر کے طور پر آیا ہے۔ فرمایا کہ نماز اور دوسری تمام نیکیوں ہی میں زیادہ سے زیادہ سرگرم رہو، اس لئے کہ یہی ان برائیوں کو مٹائیں گی جو اندر سے یا باہر سے سر اٹھا سکتی ہیں۔

؎۶۵ مطلب یہ ہوا کہ خدا کا عذاب کسی قوم پر اس وقت آتا ہے جب قوم کا مزاج بحیثیت مجموعی بگڑ جاتا ہے۔ اصلاح کرنے والے یا تو اس میں باقی رہ ہی نہیں جاتے یا رہتے ہیں تو خال خال نہایت قلیل تعداد میں۔

؎۶۶ یعنی اللہ نے ہدایت و ضلالت کے معاملے میں جبر کو پسند نہیں کیا بلکہ لوگوں کو اختیار دیا ہے کہ وہ نیکی اور بدی

بات پوری ہوئی کہ میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سے سب سے بھر دوں گا○ ۱۱۹

اور ہم رسولوں کی سرگزشتوں میں سے ہر ایک تمہیں سنا رہے ہیں جن سے تمہارے دل کو تقویت دیں، اور ان میں تمہارے پاس حق آیا ہے ۶۷۔ اور مومنوں کے لئے ان میں نصیحت اور یاددہانی ہے○ اور جو لوگ ایمان نہیں لا رہے ہیں ان سے کہہ دو کہ تم اپنے ڈھرے پر چلو، ہم اپنی روش پر چلتے رہیں گے○ اور تم بھی انتظار کرو، ہم بھی منتظر ہیں○ اور آسمانوں اور زمین کا غیب اللہ ہی کے علم میں ہے اور وہی تمام امور کا مرجع ہے تو اسی کی بندگی کرو اور اسی پر بھروسہ کرو ۶۸۔ اور تیرا رب جو کچھ تم کر رہے ہو اس سے بے خبر نہیں ہے○ ۱۲۳

میں سے جس کو چاہیں اختیار کر لیں۔ بیشتر لوگ ایسے ہوں گے جو تمام تعلیم و تذکیر کے باوجود اپنے نفس اور شیطان کی پیروی میں بدی کی راہ اختیار کر لیں گے۔ اختیار کا یہ امتحان انسان کی خلقت کا ایک لازمی جزو ہے۔ اس سے گزرے بغیر کوئی شخص رحمت خداوندی کا حقدار نہیں ہو سکتا۔

۶۷۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اطمینان دلایا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور ان کی قوموں کے واقعات سے حق کے غلبہ اور باطل کی شکست کی جو تاریخ تمہارے سامنے آئی ہے یہ تمام تر حقائق پر مبنی ہے۔ یہ سنت الٰہی پر مبنی ہے۔ لہذا حالات کا مقابلہ پامردی اور استقلال کے ساتھ کرتے رہو۔

۶۹۔ آخر میں سارا معاملہ اللہ کے حوالہ کرنے، ہمہ تن اس کی عبادت میں سرگرم رہنے اور اس پر پورا پورا بھروسہ کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔

لقبیہ : علم اور حصولِ علم

تعلیم کا صحیح طریقہ یہی ہے کہ لوگوں کے اندر سوالات پیدا کیے جائیں۔ پھر ان کے جوابات سجھے جائیں۔ ان پر جرح کر کے آہستہ آہستہ ان کی تربیت کی جائے۔ اس طریقہ تعلیم کی ایک اچھی مثال یونان کے حکیم سقراط کے ہاں ملتی ہے جس کے مکالمات افلاطون نے مرتب کئے۔ افسوس کی بات ہے کہ آج ہمارے طریقہ تعلیم میں اس کی کوئی اہمیت نہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ بدھو لوگ پیدا ہو رہے ہیں اور ذہن دن بدن پست ہوتے جا رہے ہیں۔

امین احسن اصلاحی

اعمال میں اخلاص کی شرط

(صحیح بخاری کی کتاب الایمان کی روایات)

باب ۴۱۔ ماجاء ان الاعمال بالنیۃ والحسبۃ ولکل امرء ما نوی فدخل فیہ الایمان والوضوء والصلوٰۃ والزکوٰۃ والحج والصوم والاحکام وقال اللہ تعالیٰ قل کل یعمل علی شاکلتہ علی نیتہ نفقۃ الرجل علی اھلہ یحتسبھا صدقۃ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولکن جہاد و نیۃ۔

(یہ باب ان روایات پر مشتمل ہے جو اعمال کا تعلق نیت سے ہونے، احتساب اور ہر شخص کا اجر اس کی نیت کے مطابق ہونے کے بارے میں ہیں۔ لہذا اس میں ایمان، وضو، نماز، زکوٰۃ، حج اور روزہ اور دوسرے سارے احکام بھی داخل ہو گئے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہر ایک آدمی عمل کرے گا۔ اپنی شاکلہ پر یعنی نیت پر اور آدمی کا اپنے بیوی بچوں پر خرچ کرنا اگر وہ صدقہ کی نیت سے ہو وہ بھی اس میں شامل ہوا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ اب جہاد اور نیت ہے۔)

وضاحت :

جس طرح کوئی شخص نوٹ کرتا ہے کہ میں اس باب میں یہ یہ باتیں ذکر کروں گا تو یہ اسی طرح کے اشارات ہیں جو امام صاحب نے باب کا عنوان بناتے ہیں۔

امام بخاریؒ کے نزدیک ایمان بھی عمل ہے۔ گویا اگر یہ کہا جائے کہ اعمال کا تعلق نیت سے ہے تو اس میں تمام اعمال بھی شامل ہوں گے۔ منجملہ ان کے ایمان بھی شامل ہو گا۔ یہ بات درست ہے۔ ایمان وہی معتبر ہو گا جو مخلصانہ ہو گا اور ہمارے نزدیک بھی ایمان کی سب سے بڑی شہادت آدمی کے اعمال ہی ہیں۔ اگر اعمال نہیں تو ایمان کی کوئی شہادت نہیں۔ دوسرے احکامات کے سمجھنے میں کسی کو شاید کوئی اشکال ہو لیکن نماز اور زکوٰۃ تو اسلامی ریاست کی شہریت کے لیے ضروری ہیں۔ کسی شخص کو اسلامی ریاست میں مسلمان شہری کے حقوق نہیں مل سکتے جو نماز نہ پڑھتا اور زکوٰۃ نہ دیتا ہو۔ اس مضمون کی روایت اوپر گزر چکی ہے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عملاً بھی مانعین زکوٰۃ سے جنگ کا اعلان کیا۔

امام صاحبؒ نے اللہ تعالیٰ کے قول کا جو حوالہ دیا ہے۔ وہ اس ضمن میں درست نہیں۔ یہ آیت (بنی اسرائیل-۸۴) جہاں آئی ہے وہاں شاکلہ نیت کے معنی میں نہیں بلکہ اپنی روش پر چلنے کے معنی میں ہے۔ آیت کا مفہوم وہی ہے جو آیت لکم دینکم ولی دین کا ہے۔ مطلب یہ کہ تمہارا راستہ اور ہے اور ہمارا راستہ اور ہے۔ تم اپنی روش پر چلنا چاہتے ہو تو چلو، ہم تمہارے لیے اپنی راہ کھوٹی نہیں کرنا چاہتے۔

اس کے بعد امام صاحب نے بعض روایات کی طرف اشارے کیے ہیں جن کا تذکرہ وہ آگے کرنا چاہتے ہیں۔

۵۲۔ حدثنا عبداللہ بن مسلمہ قال اخبرنا مالک عن یحیی بن سعید عن محمد بن ابراہیم عن علقمۃ بن وقاص عن عمران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الاعمال بالنیۃ ولکل امری مانوی فمن کان ھجرتہ الی اللہ ورسولہ فھجرتہ الی اللہ ورسولہ ومن کانت ھجرتہ لدنیا یصیبھا اوامراۃ تیزوجھا فھجرتہ الی ماھاجرالیہ۔

□ ... حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ ہر شخص کا عمل اس کی نیت کے مطابق ہو گا۔ جس کی ہجرت اللہ اور رسولؐ کے لیے ہو گی تو اس کی ہجرت اللہ اور رسولؐ کی طرف ہے اور جس کی ہجرت دنیا کے مال کے لیے یا کسی عورت سے نکاح کے لیے ہو گی تو اس کی ہجرت اسی چیز کی طرف ہو گی جس کے لیے اس نے ہجرت کی۔

وضاحت :

یہ روایت پہلے باب کی پہلی روایت کے طور پر گزر چکی ہے۔ وہاں اس کی تشریح ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

۵۳۔ حدثنا حجاج ابن منہال قال حدثنا شعبہ قال اخبرنی عدی بن ثابت قال سمعت عبداللہ بن یزید عن ابی مسعود عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا نفق الرجل علی اھلہ یحتسبھا فھی صدقۃ۔

□ ... ابو مسعود سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنے اہل وعیال پر اللہ کی خوشنودی کے لیے خرچ کرتا ہے تو وہ اس کے لیے صدقہ بنے گا۔

وضاحت :

اسی طرح کی چیزیں حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ فرائض اور واجبات میں سے ہیں۔ اہل خانہ پر خرچ بعض لوگ تو محض نمائش کے لیے کرتے ہیں یا اپنی امارت کی دھونس جمانے کے لیے یا بیگم صاحبہ اور بچوں کو عیش وعشرت کی زندگی مہیا کرنے کے لیے کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا کچھ اجر نہیں۔ اس کے برعکس اگر آدمی یہ سمجھ کر خرچ کرتا ہے کہ یہ میرے، بیوی بچے ہیں، ان کی کفالت خدا نے میرے ذمہ کی ہے۔ وہ نہایت کفایت شعاری کرتا ہے کہ اس کے مال میں دوسروں کے بھی حقوق ہیں تب اس کا عمل نیکی بن جاتا ہے۔ بیوی بچوں پر خرچ ان کا واجب حق ہے۔ اگر آپ للہ فی اللہ کفایت شعاری سے اور ریاکاری اور نمائش سے بچتے ہوئے خرچ کریں تو یہ خرچ آپ کے لیے صدقہ ہو گا یعنی ہم خرما وہم ثواب۔

۵۴۔ حدثنا الحکم بن نافع قال اخبرنا شعیب عن الزھری قال حدثنی عامر بن سعد عن سعد بن ابی وقاص انہ اخبرہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انک لن تنفق نفقۃ تبتغی بھا وجہ اللہ الا اجرت علیھا حتی ما تجعل فی فم امرءتک۔

□ ... سعد بن وقاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اللہ کی رضا چاہتے ہوئے جو کچھ بھی خرچ کرو گے تو تم کو اس پر اجر ملے گا یہاں تک کہ اس خرچ کرنے پر بھی جو تم اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ ڈالتے ہو۔

وضاحت :

یہ انہی شرائط کے ساتھ ہے جو اوپر والی روایت میں بیان ہو چکی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا حصول بنیادی شرط ہے۔

باب ۴۲۔ قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الدین النصیحۃ للہ ورسولہ ولائمۃ المسلمین وعامتھم وقولہ تعالیٰ اذا نصحوا للہ ورسولہ۔

(نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ دین نام ہے خیر خواہی کا۔ جو اللہ اور اس کے

رسولؐ اور مسلمانوں کے امراء اور عوام کے لئے ہو اور اسی سلسلے میں یہ آیت کہ جب وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی خیر خواہی کرتے رہیں)۔ (توبہ۔۹۱)

وضاحت :

امام صاحب یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اللہ، اس کے رسولؐ اور مسلمانوں کے عوام و خواص کی خیر خواہی بھی ایمان کا تقاضا ہے۔

اللہ و رسولؐ کی خیر خواہی ان کا وفادار ہونا اور ان کے احکام بجالانا ہے۔ حاکم کی خیر خواہی اس کو اس کے فرائض یاد دلاتے رہنا اور غلط روش پر ٹوکنا ہے۔ کیونکہ حکام کے اعمال کا نفع و نقصان بہت وسیع ہوتا ہے۔ عوام کی خیر خواہی ان کو ان کے فرائض سے آگاہ کرنا، ظلم وزیادتی سے روکنا اور نصیحت کرتے رہنا ہے۔ توبہ کی آیت ان مسلمانوں کے بارے میں ہے جو وسائل کے حصول پر قادر نہ ہونے کی وجہ سے غزوہ تبوک میں شرکت سے قاصر رہے تھے۔ بتایا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی خیر خواہی کرتے رہیں تو ان پر کوئی الزام نہیں۔

۵۵۔ حدثنا مسدد قال حدثنا یحیٰی عن اسماعیل قال حدثنی قیس بن ابی حازم عن جریر بن عبداللہ البجلی قال بایعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی اقام الصلوۃ وایتاء الزکوۃ والنصح لکل مسلم۔

▪... جریر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی نماز قائم کرنے، زکوٰۃ دینے اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر۔

وضاحت :

بیعت کا مفہوم معاہدہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی مواقع پر مسلمانوں سے عہد لیا۔ اسی طرح کے ایک عہد کا حوالہ دیتے ہوئے حضرت جریر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت نے مجھ سے نماز کا اہتمام کرنے اور زکوۃ ادا کرنے کے علاوہ ہر مسلمان کی خیر خواہی کا عہد بھی لیا۔

۵۶۔ حدثنا ابو النعمان قال حدثنا ابو عوانہ عن زیاد بن علاقہ قال سمعت جریر بن عبداللہ یوم مات المغیرۃ بن شعبہ قام فحمد اللہ واثنی علیہ وقال علیکم باتقاء اللہ وحدہ لاشریک لہ والوقار والسکینۃ حتی یاتیکم امیر فانما یاتیکم الآن ثم قال استعفوا لامیرکم فانہ کان یحب العفو ثم قال اما بعد فانی اتیت النبی صلی

اللہ علیہ وسلم قلت ابایعک علی الاسلام فشرط علی والنصح لکل مسلم فبایعت علی ھذا المسجد انی لناصح لکم ثم استغفر و نزل۔

▪... زید بن علاقہ کہتے ہیں کہ جس روز مغیرہ بن شعبہؓ کا انتقال ہوا میں نے جریر بن عبداللہ کو خطبہ دیتے سنا۔ وہ کھڑے ہوتے، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور کہا لوگو! تم پر اللہ وحدہ لاشریک سے ڈرنا اور اس وقت تک متانت اور سکینت کی زندگی بسر کرنا واجب ہے جب تک تمہارا امیر نہ آجائے اور وہ آیا ہی چاہتا ہے۔ پھر کہا کہ تم اپنے امیر کے لیے مغفرت مانگو کیونکہ وہ عفو کو پسند کرتا تھا۔ پھر کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ میں آپ سے اسلام کی بیعت کرتا ہوں تو آپؐ نے میرے اوپر ہر مسلمان کی خیر خواہی کی شرط لگا دی۔ چنانچہ میں نے اسی شرط پر آپؐ سے بیعت کی۔ اس مسجد کے رب کی قسم! میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ پھر انہوں نے مغفرت کی دعا کی اور منبر سے اتر گئے۔

وضاحت :

حضرت مغیرہؓ بن شعبہ ایک جلیل القدر صحابی ہیں۔ وہ حضرت امیر معاویہؓ کی طرف سے کوفہ کے امیر تھے۔ ان کے انتقال پر حضرت معاویہؓ نے جریرؓ بن عبداللہ کو امیر نامزد کیا۔ کوفہ کی سرزمین شروع ہی سے فتنوں کا شکار رہی تھی، وہاں کا امیر بننا کوئی آسان کام نہ تھا۔ اہل کوفہ کے سامنے حضرت جریرؓ نے جو پہلا خطبہ دیا ہے، بہت سلیقے کا دیا ہے اور یہ ان کی سیاسی بصیرت کی دلیل ہے۔ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ میں گورنر بن کر آیا ہوں، یہ کر دوں گا وہ کر دوں گا۔ اگر کسی نے گڑبڑ کی تو اس کی ٹھکائی کر کے اس کو درست کر دوں گا وغیرہ۔ بلکہ اصل بات جو کہی وہ "نصح لکل مسلم" ہر مسلمان کی خیر خواہی کی اہمیت بتائی۔ امارت کا ذکر تک نہیں کیا بلکہ یہ کہا کہ تمہارا امیر آنے ہی والا ہے اس کے متعلق تم بھی خیر خواہی کی روش اختیار کرنا۔ پھر دعا کر کے منبر سے اتر گئے۔

بنو امیہ کے عاملین سیاست میں بہت زیرک اور ہوشیار تھے۔ اسی لئے سیاسی حیثیت میں ان کا بڑا نام تھا۔ اس نا تمام خطبہ کے نکات سے جریرؓ بھی بے حد زیرک اور سمجھدار معلوم ہوتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ امیر کا انتقال ہو گیا ہے تو فکر نہ کرو بلکہ وقار اور سکینت سے زندگی بسر کرو۔ کیونکہ متانت اور سکینت کی زندگی اسلام کا حکم ہے۔ پھر کہا کہ اپنے مرحوم امیر کے لیے مغفرت کی دعا کرو کیونکہ وہ عفو و درگزر کو پسند کرنے والا تھا۔ پھر اپنے مسلک کے متعلق بتایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام پر بیعت کرنی چاہی تو آپؐ نے اس پر شرط لگا دی کہ ہر مسلمان کی خیر خواہی بھی کرو گے۔ گویا بتایا کہ میری سیاست تمہاری خیر خواہی ہوگی۔ پھر دعا مانگ کر منبر سے اتر گئے۔

علم اور حصول علم

(صحیح بخاری کی کتاب العلم کی روایات)

باب ۴۳۔ فضل العلم و قول اللہ عزوجل یرفع اللہ الذین اٰمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجٰت۔ واللہ بما تعملون خبیر و قولہ رب زدنی علما۔

(علم کی فضیلت کا بیان اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ "تم میں سے جو ایمان لاتے اور جن کو علم دیا گیا اللہ ان کے درجات بلند کرے گا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس کی خبر رکھنے والا ہے" اور اللہ تعالیٰ کی سکھائی ہوئی یہ دعا کہ "اے رب میرے علم میں زیادتی کر"۔)

وضاحت:

اس عنوان میں یہ چیز غور طلب ہے کہ علم سے مراد کیا ہے۔ ہمارے ہاں معاش و معیشت، سیاست، ریاضی، سائنس وغیرہ ہر چیز کے علم کو علم ہی کہتے ہیں۔ امام صاحب کے ہاں علم سے مراد وہ علم ہے جو وحی کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے اور بندوں کو رسول کے ذریعے ملتا ہے۔ آیت میں اس کو "العلم" کہا گیا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ دوسری چیزوں کا علم تو اضافی اور نسبتی چیز ہے اور ان کی بنیاد تمام تر تجربے اور قیاس پر ہوتی ہے لیکن علم وحی براہ راست اس کے پاس سے آتا ہے جو تمام علم کا مخزن اور ذریعہ ہے اور اس ذریعہ سے آتا ہے جو بالکل محفوظ ذریعہ ہے۔ دوسرے جتنے بھی علوم ہیں ان کا تعلق اسی زندگی کی ضروریات اور مایحتاج سے ہوتا ہے۔ مثلاً آپ کو مکان کی ضرورت ہے تو اس کے لیے تعمیرات کا علم ہے، کپڑے کی ضرورت ہے تو پارچہ بافی کا علم ہے۔ لیکن یہ علم جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے۔ یہ دنیاوی زندگی اور اس کے بعد آنے والی زندگی دونوں پر حاوی ہوتا ہے، دوسرا کوئی بھی علم اس طریقے سے زندگی کے دونوں ادوار پر حاوی نہیں ہوتا۔

غور کیجیے تو دنیاوی زندگی کے لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر ایک تقاضا اور ایک داعیہ ودیعت کر دیا ہے اور اس کے لیے ضروری رہنمائی انسان کے دل میں ڈال دی ہے۔ کیا چیزیں کھانے کی ہیں اور وہ کس طرح کھائی جائیں یا گردوپیش کی اشیاء کی کیا افادیت ہے اور ان کو کس طرح استعمال میں لایا جائے۔ چونکہ ان چیزوں کی فوری ضرورت ہوتی ہے تو انسان نے اپنے تجربے سے ان کے بارے میں معلومات فراہم کر لیں اور اس میں خوب ترقی کی۔ ان چیزوں میں انسان کی فطری ضرورت ہی اس کی رہنمائی کے لیے کافی ہے۔ لیکن جہاں تک آخرت کا تعلق ہے اس کے علم کا کوئی فوری تقاضا یا داعیہ انسان کے اندر نہیں ہے۔ اس لیے اس نے اس علم کو اہمیت ہی نہیں دی۔ اس کے بارے میں بالعموم انسان کا رویہ یہ رہا کہ جب وہ زندگی آئے گی تو دیکھ لیں گے۔ ابھی سے اس کی خاطر اپنے عیش کو منغص کرنے کی ضرورت نہیں۔ لہٰذا وحی کے علم میں اخروی زندگی کے عقیدہ کو پیدا کرنے کے لیے بھی علم دیا گیا تاکہ لوگ اس غلط فہمی میں نہ رہیں کہ یہی چند دن کی زندگی ہے اور بس، بلکہ یہ جانیں کہ اصل زندگی آگے آنے والی ہے موجودہ زندگی تو اس کی تمہید ہے۔ وحی کے ذریعے آئندہ زندگی کے تمام حالات بھی بیان کیے گئے جزئیات بھی اور تفصیلات بھی اور اس کے ایسے دلائل بھی دیے گئے جو انسان کی فطرت کے اندر ودیعت تھے اور مزید یہ انتظام فرما دیا کہ یہ علم نہایت قطعی ذریعے سے دے دیا تاکہ اشتباہ نہ رہے۔

یہ خیال بالکل احمقانہ ہے کہ قرآن مجید میں آخرت کے علاوہ دنیا کا سارا علم بھی موجود ہے۔ جیسا کہ اوپر واضح کیا گیا دنیا کے علوم کا تقاضا تو ہمارے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ اس میں صرف یہ بتانے کی ضرورت تھی کہ دنیا کی نعمتیں کس نے عطا کیں اور ان پر منعم کا شکر کیوں واجب ہے۔ ان نعمتوں میں کس کا کیا حق ہے اور ان کے صحیح استعمال کے لیے جائز امور کی حدیں کہاں تک ہیں۔ زندگی گزارنے کے لیے چاروں گوشوں کی حد بندی بھی وحی کے ذریعے کر دی گئی تاکہ انسان ظلم و زیادتی یا بغاوت کی راہ پر نہ چلے۔

پس باب کے عنوان میں علم کا لفظ العلم کے لیے آیا ہے اور العلم وہ علم قطعی ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہماری دنیاوی زندگی کے مختلف گوشوں کی حد بندی اور آخرت سے متعلق تمام ضروری علوم بیان کر دیے ہیں۔ امام بخاریؒ نے اس باب میں کوئی روایت نقل نہیں کی۔ اس کی توجیہ اگر یہ کی جائے کہ چونکہ یہ نہایت واضح بات تھی اس لیے کوئی روایت لانے کی ضرورت نہیں تھی تو یہ بات صحیح نہیں اور نہ ہی یہ کسی کو اپیل کر سکتی ہے۔ باب میں انہوں نے دو آیات کا حوالہ دیا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ آیات ہی کافی تھیں تو یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ بخاری شریف کوئی تفسیر کی کتاب تو نہیں، یہ تو احادیث کا مجموعہ ہے۔ میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ کتاب کی تکمیل سے پہلے ہی صحیح بخاری کی روایت شروع ہو گئی۔ امام صاحبؒ اس کی تہذیب و تکمیل نہ کر سکے۔ اس لیے بعض ابواب تو قائم ہو گئے لیکن ان کے تحت

روایات جمع ہونے کی نوبت نہ آئی۔

باب ۴۴۔ من سئل علما وھو مشتغل فی حدیثہ فاتم الحدیث ثم اجاب السائل

(جس شخص سے کوئی علم کی بات پوچھی جائے اور وہ گفتگو میں مشغول ہو تو وہ اپنی بات پوری کرے پھر سائل کو جواب دے۔)

۵۷۔ حدثنا محمد بن سنان قال ثنا فلیح ح قال وحدثنی ابراہیم بن المنذر قال ثنا محمد بن فلیح قال حدثنا ابی قال حدثنی ہلال بن علی عن عطاء بن یسار عن ابی ہریرۃ قال بینما النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی مجلس یحدث القوم جاءہ اعرابی فقال متی الساعۃ فمضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحدث فقال بعض القوم سمع ما قال فکرہ ما قال و قال بعضھم لم یسمع حتی اذا قضی حدیثہ قال این اراہ السائل عن الساعۃ قال ہا انا یا رسول اللہ قال فاذا ضیعت الامانۃ فانتظر الساعۃ قال فکیف اضاعتھا قال اذا وسد الامر الی غیر اہلہ فانتظر الساعۃ

▄... حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں لوگوں سے باتیں کر رہے تھے کہ ایک بدو آیا اور اس نے سوال کیا کہ قیامت کب آنی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بات کرتے رہے۔ بعض لوگوں نے خیال کیا کہ اس کا سوال تو آپؐ نے سنا لیکن اس کو برا جانا۔ بعض لوگوں نے یہ کہا کہ آپؐ نے سنا ہی نہیں لیکن جب آپؐ نے اپنی بات پوری کر لی تو فرمایا کہ وہ صاحب کہاں ہیں جو قیامت کے متعلق سوال کر رہے تھے۔ بدو نے کہا کہ ہاں یا رسول اللہ، میں یہاں ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ جب امانت ضائع کر دی جائے گی تب تم قیامت کا انتظار کرنا۔ اس نے کہا کہ امانت کیسے ضائع ہو گی۔ آپؐ نے فرمایا جب لوگوں کے معاملات نااہلوں کے سپرد کئے جانے لگیں تب قیامت کا انتظار کرنا۔

وضاحت :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے بارے میں مختلف اوقات میں مختلف علامات بتائی ہیں۔ یہاں یہ بات فرمائی کہ نااہل لوگوں کو امانتیں سپرد کی جائیں گی جیسا آجکل ہے کہ آتا جاتا کچھ نہیں لیکن وزیر مالیات کا منصب سنبھالے ہوتے ہیں۔ بات کرنے کا شعور نہیں لیکن ادب و انشا کے انچارج

ہیں۔ فوج کے متعلق کچھ علم نہیں لیکن وزیر دفاع ہیں۔ ظاہر ہے کہ جو لوگ جاننے والے ہوتے ہیں وہ اس قابلیت کے وزراء سے کان پکڑ کا دستخط کرواتے ہیں۔ یہ صورت حال ہر اس انتظام میں ہو گی جس میں اشخاص تولے نہیں جاتے بلکہ گنے جاتے ہوں۔ حدیث کا زور اصل میں اس بات پر ہے کہ جب تمام اخلاق و اقدار تلپٹ ہو جائیں، یعنی عدل کا تصور، ظلم کا تصور، نیکی کا مفہوم بدل جائیں، تعلیم و تعلم کے اصول بدل جائیں، ہر گوشہ زندگی میں اعلیٰ اقدار تلپٹ ہو جائیں تب قیامت کا انتظار کرنا۔ یہ مفہوم آنحضرتؐ نے مختلف طریقوں سے مختلف مواقع پر سمجھایا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب تک نظام عدل و قسط اپنی جگہ پر قائم رہے اس وقت تک اس دنیا کی بساط پلٹنے کی کوئی معقول وجہ نہیں۔ جن قوموں کا تاریخ میں فیصلہ ہوا ہے ان کے متعلق یہ معلوم ہے کہ ان کے ہاں مجموعی طور پر اخلاقی اقدار تلپٹ ہو گئی تھیں۔ اسی طرح جب ساری دنیا کے محاسبے کا وقت آئے گا تو ہر شعبہ زندگی کا سارا نظام تلپٹ ہو چکا ہو گا۔

یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ اگر اس وقت یہ باتیں سمجھ میں نہ آسکیں تو ان کے درپے ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ علم میں، تہذیب میں، تمدن میں آئندہ جو تبدیلیاں ہوں گی ان کا اس وقت تصور نہیں کیا جا سکتا۔ قیامت کے متعلق بس اتنی بات ہی واضح ہے کہ جب تمام اخلاقی اقدار تلپٹ ہو جائیں گی تو وہ زمانہ قیامت آنے کے لیے موزوں ہو گا۔

یہ حدیث بہت اہم اور علوم کا خزانہ ہے لیکن امام صاحب اس کو انتہائی غیر اہم باب میں لاتے ہیں جو یہ ہے کہ اگر بات کرنے کے دوران کوئی سوال پوچھ لے تو مسئول پہلے اپنی بات ختم کرے پھر سائل کا جواب دے۔

باب ۴۵۔ من رفع صوتہ بالعلم

(باب اس کے بارے میں جو علم کی بات بلند کر کے کہے)

۵۸۔ حدثنا ابو النعمان قال حدثنا ابو عوانہ عن ابی بشر عن یوسف بن ماہک عن عبداللہ بن عمرو قال تخلف عنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی سفرۃ سافرناہا فادرکنا و قد ارہقتنا الصلوۃ و نحن نتوضا فجعلنا نمسح علی ارجلنا فنادی باعلی صوتہ ویل للاعقاب من النار مرتین او ثلثا۔

▄... حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک سفر میں نبی صلی اللہ

علیہ وسلم ذرا پیچھے رہ گئے۔ آپ ہم سے اس وقت آ ملے جب نماز کا وقت تنگ ہو رہا تھا اور ہم وضو کر رہے تھے۔ ہم جلدی جلدی اپنے پاؤں پونچھنے لگے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے پکارا "ایڑیوں کو ہلاکی ہوگی" دوزخ سے اور آپ نے یہ بات دو یا تین مرتبہ کہی۔

وضاحت :

یہ حدیث بھی اپنی جگہ پر بہت اہم ہے لیکن امام صاحب نے باب یہ باندھا ہے کہ علم کی بات با آواز بلند کہی جا سکتی ہے۔ اس واقعہ میں آپؐ نے وضو میں جلدی کرنے سے منع فرمایا تھا اور کہا تھا کہ ایڑیاں خشک نہ رہیں۔ اس سے ہدایت سے نماز کے لیے وضو کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ جلدی میں وضو کو ادھورا، ناقص یا نامکمل نہیں چھوڑنا چاہیے۔

باب ۴۶۔ قول المحدث حدثنا واخبرنا وانبانا و قال الحمیدی کان عند ابن عیینہ حدثنا واخبرنا وانبانا وسمعت واحدا وقال ابن مسعود حدثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو الصادق المصدوق و قال شقیق عن عبداللہ سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کلمہ کذا و قال حذیفہ حدثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیثین و قال ابو العالیہ عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیما یروی عن ربہ و قال انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم یرویہ عن ربہ و قال ابو ھریرہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم یرویہ عن ربکم تبارک و تعالی۔

(محدث کے قول حدثنا، اخبرنا اور انبانا کی حقیقت کیا ہے۔ حمیدی کے نزدیک حدثنا، اخبرنا، انبانا اور سمعت سب کا مفہوم ایک ہی ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو صادق اور مصدوق ہیں کے متعلق بھی حدثنا رسول اللہ کے الفاظ استعمال کیے۔ شقیق کا بیان ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ کہتے تھے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کلمہ حدثنا کہتے سنا۔ حذیفہؓ کہتے ہیں کہ ہم سے رسول اللہ علیہ وسلم نے دو حدیثیں بیان کیں۔ ابو العالیہ ابن عباسؓ کے حوالہ سے وہ چیزیں بیان کرتے تھے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے روایت کی ہیں۔ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب سے روایت کرتے ہیں اور حضرت ابو ہریرہ کا قول ہے کہ آنحضرتؐ روایت فرماتے ہیں تمہارے رب عزوجل سے۔)

وضاحت :

یہ طویل عبارت باب کا عنوان ہے۔ اس کے مضمون کا تقاضا ہے کہ یہ چیزیں اصول حدیث کے تحت بیان کی جائیں لیکن امام صاحب نے یہاں ان کا عنوان قائم کر دیا ہے۔ اس میں انہوں نے بعض روایتوں کے حوالے جمع کیے ہیں جن کو وہ استدلال کے لیے لانا چاہتے تھے لیکن اس کی نوبت نہیں آ سکی اور کتاب کی روایت شروع ہو گئی۔

امام صاحب کی یہ بات درست ہے کہ حدثنا، اخبرنا اور انبانا، سمعت اور حدثنی سب کا مفہوم ایک ہی ہوتا ہے۔ اگر کہیں فرق ہو گا تو اتنا ہو گا کہ اگر راوی نے اپنے شیخ سے تنہا روایت سنی ہے تو حدثنی اور سمعت کہہ سکتا ہے لیکن اگر مجمع میں روایت سنی ہے تو حدثنا وغیرہ کہے گا۔ باقی رسول اللہؐ کے قول مبارک کے لیے بھی حدثنا کا لفظ مستعمل تھا اور اس کے حوالے امام صاحب نے دیے ہیں۔

بعض حدیثوں میں کسی ایسے قول کا حوالہ ہے جو براہ راست اللہ تعالی بیان فرماتا ہے اور نبیؐ اس کو منتقل کرتے ہیں۔ اس کو عرف عام میں حدیث قدسی کہتے ہیں۔ ان میں بڑی سحر کی حدیثیں ہیں۔ اس کے لیے بھی لفظ حدثنا ہی آیا ہے۔

۵۹۔ حدثنا قتیبہ بن سعید قال حدثنا اسماعیل بن جعفر عن عبداللہ بن دینار عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من الشجر شجرۃ لا یسقط ورقھا وانھا مثل المسلم فحدثونی ما ھی فوقع الناس فی شجر البوادی قال عبداللہ وقع فی نفسی انھا النخلۃ فاستحییت ثم قالوا حدثنا ما ھی یا رسول اللہ قال ھی النخلۃ

... حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ درختوں میں سے ایک درخت ایسا ہے کہ اس کے پتے کبھی نہیں جھڑتے اور وہ مسلمان کی مانند ہے تو تم لوگ بتاؤ کہ وہ کون سا درخت ہے۔ لوگوں کا ذہن جنگلوں کے درختوں کی طرف گیا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ میرے دل میں کھجور کے درخت کا خیال آیا لیکن میں شرما گیا۔ پھر لوگوں نے کہا کہ آپ ہی فرمائیں یا رسول اللہ کہ وہ کون سا درخت ہے تو آپؐ نے فرمایا وہ کھجور کا درخت ہے۔

وضاحت:

مومن کی مثال سدا بہار درخت کی ہے اور یہ بات قرآن مجید کی آیت (مثل کلمہ طیبۃ کشجرۃ

طیبتہ اصلہا ثابت و فرعہا فی السماء (۱۴ : ۲۴) پر مبنی ہے۔ اس مقام پر صحیح و پاکیزہ کلمہ کی مثال اس درخت سے دی گئی ہے جس کی جڑیں پاتال میں ہیں اور شاخیں فضا میں، وہ سدا بہار ہے۔ ہر موسم میں پھل دیتا ہے۔ اس کو زمین سے غذا مل رہی ہے اور فضا سے بھی برکتیں حاصل ہو رہی ہیں۔ اسی بات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن کی اس تمثیل میں بیان فرمایا۔ لیکن امام بخاری اس روایت سے کیا یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی قال اور حدثنا کے الفاظ استعمال کیے۔ ان کے نزدیک روایت کی اصل اہمیت یہی ہے۔

باب ۴۔ طرح الامام المسئلۃ علی اصحابہ لیختبر ما عندھم من العلم

(علم آزمانے کے لیے استاد کا شاگردوں سے سوال کرنا۔)

۶۰۔ حدثنا خالد بن مخلد قال ثنا سلیمان بن بلال قال ثنا عبداللہ بن دینار عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان من الشجر شجرۃ لا یسقط ورقھا و انھا مثل المسلم حدثونی ما ھی قال فوقع الناس فی شجر البوادی قال عبداللہ فوقع فی نفسی انھا النخلۃ فاستحییت ثم قالوا حدثنا یا رسول اللہ ما ھی قال ھی النخلۃ۔

▪ --- روایت نمبر ۵۹ کے تحت دیکھیں۔

وضاحت:

یہ مذکورہ روایت ہی ہے لیکن دوسرے ذریعہ سے ہے۔ امام صاحب کے نزدیک صحیح روایت کی شرط یہ ہے کہ وہ کم از کم دو طریقوں سے مروی ہو۔ پہلی روایت قتیبہ بن سعید سے تھی جبکہ یہ روایت خالد بن مخلد سے ہے لیکن اصل راوی دونوں میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہی ہیں۔ امام صاحب نے باب یہ باندھا ہے کہ امام اپنے ساتھیوں سے سوالات پوچھا کرے تاکہ ان کے علم کا امتحان ہو۔ معلوم ہوا کہ آنحضرتؐ یہ طریقہ اختیار فرماتے تھے کہ لوگوں کے آگے علم انڈیلنے کی بجائے سوالات رکھتے کہ وہ ان سوالات کا جواب دیں تاکہ ان کے ذہن کی تربیت ہو۔ وہ غور کرنا سیکھیں اور مشکل معاملات کو حل کرنے کی ان میں عادت پیدا ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طریقہ سے جتنے سوالات کیے وہ تمام تر زندگی کے نہایت اہم پہلوؤں سے متعلق ہیں۔

(بقیہ صفحہ ۱۳ پر)

تدبر حدیث
امین احسن اصلاحی

بعض خاص فیصلے

(موطا امام مالک کی کتاب الاقضیۃ کی روایات)

القضاء فی المستکرھۃ من النساء

(اس عورت کے بارے میں فیصلہ جس کے ساتھ بالجبر برائی کی گئی ہو)

حدثنی مالک عن ابن شہاب ان عبدالملک بن مروان قضی فی امراۃ اصیبت مستکرھۃ بصداقھا علی من فعل ذالک بہا۔ قال یحییٰ سمعت مالکا یقول الامر عندنا فی الرجل یغتصب المراۃ بکرا کانت او ثیبا انہا ان کانت حرۃ فعلیہ صداق مثلہا وان کانت امۃ فعلیہ ما نقص من ثمنہا والعقوبۃ فی ذالک علی المغتصب ولا عقوبۃ علی المغتصبۃ فی ذالک کلہ، وان کان المغتصب عبداً فذالک علی سیدہ الا ان یشاء ان یسلمہ۔

▪ ۔۔۔ امام مالک ابن شہاب سے روایت کرتے ہیں کہ عبدالملک بن مروان نے ایک عورت کے بارے میں جس کو مجبور کر کے اس کے ساتھ برائی کی گئی تھی یہ فیصلہ کیا کہ جو شخص ملوث ہے وہ اس کا مہر ادا کرے۔ امام مالک کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک ہر اس شخص کے لئے جو ناجائز طور پر کسی عورت سے زیادتی کرے، خواہ وہ کنواری ہو یا شادی شدہ فتویٰ یہ ہے کہ اگر عورت آزاد ہے تو زیادتی کرنے والے پر اس کا مہر مثل ہو گا۔ اور اگر لونڈی ہے تو جتنی اس کی قیمت اس حادثے کی وجہ سے کم ہوئی اتنی قیمت دلوائی جائے گی۔ زیادتی کرنے کی سزا شرارت کرنے والے کو دی جائے گی عورت کو نہیں اور اگر زیادتی کرنے والا غلام ہو تو اس کی ذمہ داری اس کے مالک پر ہوگی الا یہ کہ وہ غلام کو حوالے کر دے۔

وضاحت:

لونڈی اور غلاموں کا مسئلہ تو آجکل ختم ہو چکا لیکن یہاں دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حقوق العباد کے سلسلے کی سزائیں بیک وقت دی جا سکتی ہیں یا نہیں۔ یعنی ایک سزا تو زیادتی کرنے

والے کے زنا کے جرم کی ہوگی اور دوسری یہ کہ عورت کے نقصان کی تلافی کے لئے اس کو مال دینا ہوگا۔ یہ دونوں ایک ساتھ جاری ہو سکتی ہیں یا نہیں؟ موجودہ قانون میں سزائیں جمع کی جاتی ہیں مثلاً اتنا جرمانہ اور اتنی قید یا کوڑے۔ اگر جرمانہ ادا نہ کرے تو مزید قید۔ لیکن بعض صورتوں میں یہ بھی ہے کہ دونوں سزائیں ایک ساتھ جاری نہیں ہوں گی۔ میرے نزدیک دونوں سزائیں بیک وقت دی جاسکتی ہیں۔

القضاء فیمن ارتد عن الاسلام

(اسلام سے مرتد کے متعلق فیصلہ)

حدثنا یحییٰ عن مالک عن زید بن اسلم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من غیر دینہ فاضربوا عنقہ ومعنیٰ قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیما نریٰ واللہ اعلم من غیر دینہ فاضربوا عنقہ انہ من خرج من الاسلام الی غیرہ مثل الزنادقۃ واشباھھم، فان اولئک اذا ظھر علیھم قتلوا ولم یستتابوا لانہ لا تعرف توبتھم وانھم کانوا یسرون الکفر ویعلنون الاسلام فلا اریٰ ان یستتاب ھؤلاء۔ ولا یقبل منھم قولھم، واما من خرج من الاسلام الی غیرہ واظھر ذالک فانہ یستتاب، فان تاب والا قتل وذالک لو ان قوما کانوا علی ذالک رایت ان یدعوا الی الاسلام ویستتابوا، فان تابوا قبل ذالک منھم، وان لم یتوبوا قتلوا ولم یعن بذالک فیما نریٰ واللہ اعلم من خرج من الیھودیۃ الی النصرانیہ، ولا من النصرانیۃ الی الیھودیۃ ولا من یغیر دینہ من اھل الادیان کلھا الا الاسلام فمن خرج من الاسلام الی غیرہ واظھر ذالک فذالک الذی عنی بہ واللہ اعلم۔

▪ ۔۔۔ زید بن اسلمؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنا دین تبدیل کرے اس کی گردن اڑادو۔ امام مالکؒ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کا مطلب جہاں تک میرا خیال ہے اور اللہ بہتر جانتا ہے کہ جو شخص اسلام سے نکل کر کسی غیر دین کو اختیار کرے جیسے زنادقہ یا ان کے بھائی بند، تو جب ان پر قابو پایا جائے تو ان کو قتل کر دیا جائے، ان سے توبہ کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی توبہ کا کچھ معلوم نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ کفر کو چھپاتے اور اسلام کا اعلان کرتے رہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ ان لوگوں سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے نہ ان کے قول کو قبول کیا جائے۔ رہے وہ لوگ جو اسلام سے نکل کر کسی دوسرے دین کی طرف چلے جاتے ہیں اور اس کا اظہار کرتے ہیں تو ان سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا۔ اگر توبہ کرلیں تو فبہا ورنہ قتل کر دیے جائیں۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ اگر کوئی قوم اس طرح کی ہوگی تو اس کو اسلام کی طرف بلایا جائے گا تو توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا۔ اگر توبہ کرلیں تو وہ قبول کرلی جائے گی۔ اور اگر توبہ نہ کریں تو قتل کر دیے جائیں

گے۔ اس سے وہ لوگ مراد نہیں جو اپنا دین بدل لیں کسی اور دین سے مثلاً۔ یہودی سے نصرانی یا نصرانی سے۔ یہودی یا دوسرے ادیان سے۔ میرا مطلب صرف اسلام کی تبدیلی ظاہر ہونے سے ہے۔ واللہ اعلم۔

وضاحت:

امام مالکؒ نے یہاں مرتد سے وہ لوگ مراد نہیں لئے جو سیدھے سادے طریقے سے کسی کے چکر میں پھنس کر کفر میں مبتلا ہوتے ہوں اور اسلام سے ہٹ گئے ہوں بلکہ زنادقہ، ملاحدہ اور شریر لوگ مراد لئے ہیں جو اسلام میں سرنگ لگاتے ہیں۔ اسلام کا انکار تو نہیں کرتے لیکن ایسے فلسفے چلاتے ہیں جو اسلام کی شدید ترین نفی کر دیتے ہیں۔ امام صاحب کا فتویٰ یہ ہے کہ ان پر قابو پانے کے بعد ان کو قتل کر دیا جائے گا اور ان سے توبہ کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا کیونکہ ایسے لوگوں کی توبہ کا کوئی اعتبار نہیں۔

ارتداد کی ایک شکل بنی اسماعیل کے ارتداد کی تھی۔ مشرکین عرب یا دوسرے الفاظ میں بنی اسماعیل کے متعلق شریعت کا جو مسلمہ قانون قرآن مجید میں بیان ہوا ہے یہ ہے کہ اتمام حجت کے بعد ان کے لئے دو ہی راستے تھے۔ ایمان لائیں یا پھر تلوار، وہ ذمی یا غلام نہیں بنائے جاسکتے تھے کیونکہ ان پر اللہ کی طرف سے براہ راست حجت تمام کر دی گئی تھی۔ وہ اگر اسلام لاکر پھر کفر کی طرف آتے تو ان کی سزا بھی قتل تھی۔ ان کے ارتداد کی صورت میں ان سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا جس کے لئے تین دن یا اس سے زیادہ کی مہلت بھی دی جاسکتی ہے۔ مہلت کی مدت امیر کی صوابدید پر ہے۔ مہلت کی مدت گزر جانے کے بعد اسلام کی طرف نہ آنے کی صورت میں ان کے قتل کا حکم تھا۔ زنادقہ و ملاحدہ اگر انفرادی یا اجتماعی صورت میں امن وامان کا مسئلہ پیدا کریں تو ان کے خلاف فوجی کارروائی ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو بکرؓ کے دور خلافت میں اہل ردہ کے ساتھ ہوا۔ حضرت علیؓ نے خوارج کے معاملے میں بھی یہ کہا تھا کہ میں ان سے تعرض اس وقت تک نہ کروں گا جب تک یہ لوگ کوئی فساد نہ برپا کریں۔ اگر بغاوت یا ہنگامہ کریں گے تو ان کے خلاف جنگ کروں گا۔ یہی پالیسی ہم اسلامی ریاست اپنائے گی۔

اس دور میں حالات بالکل تبدیل ہو گئے ہیں۔ اب آپ کی یونیورسٹیوں میں مارکس، فرائڈ اور برگسان کے مرید پیدا ہو رہے ہیں۔

اخبار اٹھا کر دیکھ لیجئے کہ اب آپ کی تہذیب، تمدن، کلچر، ثقافت یہ ملاحدہ اور فلمی اداکار اور اداکارنیاں بنا رہی ہیں۔ اور آپ کے جو فرمانروا ہیں وہ ان کی جوتیاں سیدھی کرتے ہیں۔ بڑے بڑے لوگ جو مذہب کی منادی کرنے والے تھے اب وہ ان ملاحدہ کے پیچھے بھاگ رہے ہیں اور ہاتھ جوڑ کر کہتے ہیں کہ نجات دہندہ یہی ہیں۔ وہ دن گئے جب یہ نشہ تھا کہ ہم اسلام قائم کریں گے۔ یہ زمانہ بڑے

ابتلا کا ہے۔ ایک صحیح اسلامی مملکت کے لئے تو ضروری ہے کہ وہ زنادقہ و مرتدین کو قتل کرے۔ لیکن آج یہ مسئلہ بہت مشکل ہو گیا ہے۔ اس بات کا کوئی امکان نہیں کہ آپ ایسے لوگوں کی گردن اڑا سکیں۔ ایسا کرنے سے پہلے ان کا ہاتھ آپ کی گردن پر ہو گا۔

حدثنی مالک عن عبدالرحمن ابن محمد بن عبداللہ بن عبدالقاری عن ابیہ انہ قال : قدم علی عمر بن الخطاب رجل من قبل ابی موسیٰ الاشعری فسالہ عن الناس فاخبرہ ثم قال عمر ھل کان فیکم من مغربۃ خبر فقال نعم، رجل کفر بعد اسلامہ قال فافعلتم بہ؟ قال قربناہ فضربنا عنقہ، فقال عمر افلا حبستموہ ثلاثاً، واطعمتموہ کل یوم رغیفاً، واستتبتموہ لعلہ یتوب ویراجع امراللہ ثم قال عمر : اللھم انی لم احضر ولم امر ولم ارض اذ بلغنی۔

... عبداللہ اپنے باپ عبدالقاری سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت ابو موسیٰ اشعری کے پاس سے حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس آیا۔ انہوں نے لوگوں کا حال پوچھا تو اس نے بتایا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کوئی اہم خبر بھی ہے۔ اس نے کہا ہاں ایک شخص نے اسلام لانے کے بعد کفر کیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا تو آپ لوگوں نے اس کے ساتھ کیا کیا۔ اس شخص نے کہا کہ ہم نے اس کو پکڑا اور گردن مار دی۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ آپ لوگوں نے اس کو تین دن کے لئے گرفتار کر لیا ہوتا۔ اس کو ہر روز ایک چپاتی کھانے کو دیتے اور اس سے توبہ کا مطالبہ کرتے۔ شاید وہ توبہ کرتا اور اللہ کے امر کی طرف لوٹتا۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ اے اللہ میں موجود نہیں تھا۔ نہ ہی میں نے حکم دیا اور نہ میں اس پر راضی ہوا۔ جب مجھے اطلاع ملی۔

<u>وضاحت:</u>

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ توبہ کا مطالبہ ضروری ہے اور اس کے لئے کم از کم تین دن کی مہلت ہونی چاہیئے۔ امیر کی صوابدید پر زیادہ دن کی مہلت بھی دی جا سکتی ہے۔ امام مالک نے پہلی روایت میں توبہ کی گنجائش بھی نہیں رکھی اور اس کی وجہ بیان کر دی ہے۔ دراصل ارتداد کی نوعیتیں مختلف ہیں اور ہر ایک شخص کا معاملہ مختلف ہوتا ہے۔ امیر معاملے کی نوعیت اور اشخاص کے خاص حالات کو ملحوظ رکھ کر فیصلہ کرے گا۔

القضاء فیمن وجد مع امراتہ رجلاً

(اس شخص کے بارے میں جو اپنی بیوی کو دوسرے آدمی کے ساتھ دیکھ لے)

حدثنا یحییٰ عن مالک عن سہیل بن ابی صالح السمان عن ابیہ عن ابی ھریرۃ ان سعد بن عبادۃ قال لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارایت ان وجدت مع امراتی رجلاً امھلہ حتی آتی باربعۃ شہداء؟ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعم۔

... سہیل بن ابی صالح اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ سعد بن عبادہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حضور اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی اور مرد کو دیکھ لوں تو کیا میں اس سے اس وقت تک تعرض نہیں کر سکتا جب تک کہ میں چار گواہ نہ لاؤں۔ آپؐ نے فرمایا جی ہاں۔

حدثنی مالک عن یحییٰ بن سعید عن سعید بن المسیب ان رجلا من اھل الشام فقال لہ ابن خیبری وجد مع امراتہ رجلاً فقتلہ او قتلھما معاً فاشکل علی معاویہ بن ابی سفیان القضاء فیہ فکتب الی ابی موسی الاشعری یسئال لہ علی بن ابی طالب عن ذالک فسئال ابو موسی عن ذالک علی بن ابی طالب، فقال لہ علی ان ھذا الشی ما ھو بارضی عزمت علیک لتخبرنی فقال لہ موسی کتب الی معاویہ بن ابی سفیان ان اسئلک عن ذلک فقال علی انا ابو حسن ان لم یات باربعہ شہداء فلیعط برمتہ۔

... سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ اہل شام میں سے ایک شخص نے جس کا نام ابن خیبری تھا۔ اپنی بیوی کے ساتھ ایک دوسرے آدمی کو پایا تو اس نے ان دونوں کو قتل کر دیا۔ حضرت معاویہؓ کے لیے اس مقدمہ کا فیصلہ کرنا مشکل ہو گیا تو انہوں نے حضرت ابو موسیٰ اشعری کو لکھا کہ وہ اس بارے میں حضرت علیؓ ابن ابی طالب سے پوچھیں۔ انہوں نے حضرت علیؓ سے پوچھا تو حضرت علیؓ نے کہا کہ یہ ہمارے علاقے کا واقعہ تو نہیں اور میں تاکید سے مطالبہ کرتا ہوں کہ مجھے بتائیں کہ یہ کہاں کا واقعہ ہے۔ اس پر حضرت ابو موسیٰ اشعری نے بتایا کہ حضرت معاویہؓ نے مجھے لکھا ہے کہ میں اس کے متعلق آپ سے پوچھوں۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ میرا لقب ابو حسن ہے۔ جب تک وہ چار گواہ نہ لائے، قاتل کو مقتول کے ورثا کے سپرد کر دیا جاتے۔

وضاحت :

"تغلیظ برمتہ" کے شاہ ولی اللہ نے دو معنی بیان کئے ہیں۔ ایک یہ کہ "قاتل کی رسی مقتول کے ورثا کو پکڑا دی جائے، وہ قاتل کے ساتھ جو چاہیں کریں"۔ دوسرے یہ کہ "مقتول کی دیت دی جائے"۔ دونوں میں زیادہ فرق نہیں ہے۔ دیت میں بھی یہ امکان ہوتا ہے کہ ورثا دیت قبول نہ کریں اور قاتل کو قصاص میں قتل کر دیں۔

یہ معاملہ بڑا نازک ہے۔ اگر شوہر کو یہ اجازت دے دی جائے کہ وہ حالت غیر میں دیکھتے ہی عورت یا مرد کی گردن اڑا دے تو بڑے فساد ہو سکتے ہیں۔ میرے نزدیک یہ قانون کا معاملہ ہے جسے عدالت میں ثابت کرنا ہو گا۔ اگر مقدمہ ثابت ہو جائے تو قاتل کے ساتھ یہ رعایت کی جا سکتی ہے کہ اس سے دیت لے لی جائے اور قصاص میں اس کو قتل نہ کیا جائے۔ شاہ ولی اللہ صاحب یہ مطلب لیتے ہیں کہ مقتول کے ورثا کو دیت کے اونٹ دے دیے جائیں لیکن مجھے اس تعبیر پر اطمینان نہیں۔

رہا یہ مسئلہ کہ چار گواہ ایسے ہوں جو یہ گواہی دیں کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے عورت اور مرد کو قابل اعتراض حالت میں دیکھا ہے تو یہ تعلیق بالمحال ہے۔ کسی بھی ملک اور معاشرہ میں یہ بات ممکن نہیں کہ اس طرح کے چار کی ایک یا دو گواہ بھی مل جائیں۔ گواہ کے متعلق اب تک یہ بات میری تحقیق میں نہیں آئی کہ وہ زنا کے متعلق کس طرح کی گواہی دیں۔ میرے نزدیک قرینہ خود بھی گواہ ہے۔ پھر ڈاکٹر کی رپورٹ اور پولیس کا قابل اعتراض حالت میں پکڑنا یہ سب مل کر چار گواہ بن سکتے ہیں۔ سورۃ یوسف میں قرینہ کے گواہ ہونے کی مثال موجود ہے۔ وان کان قمیصہ قد من دبر فکذبت و ھو من الصادقین (یوسف ۲۷) اگر اس کی قمیض پیچھے سے پھٹی ہوئی ہے تو یہ عورت جھوٹی ہے اور یوسف سچا ہے)۔ قرینہ ایک ایسا گواہ ہوتا ہے جو جھوٹ نہیں بولتا جبکہ گواہ جھوٹ بول سکتا ہے۔ شہادت کے صحیح ہونے کے لیے فطری شرائط یہ ہیں کہ گواہ صادق اور امین ہو، اس پر حد نہ جاری ہوئی ہو، وہ اچھے کردار کا ہو اور واقعہ کا عینی شاہد ہو۔ ایک ہی واقعہ کے شاہد مختلف پہلو سے ہو سکتے ہیں مثلاً کوئی اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ میں نے اس شخص کو فلاں کمرے میں جاتے ہوئے دیکھا۔ کوئی اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ ہم نے اس کمرے کو کھولا تو ہم نے ان کو قابل اعتراض حالت میں پایا۔ کوئی اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ اس آدمی کی اس عورت کے ہاں آمد و رفت رہی ہے۔ یہ سب قرائن مل کر مقدمہ تیار ہوتا ہے۔ قرائن کی شہادت جدید قانون میں بھی تسلیم کی گئی ہے۔

بعض روایتوں میں اربعہ شہدا کے ساتھ المروۃ فی المکحلہ کے الفاظ آتے ہیں جن کا تقاضا یہ ہے کہ مرد اور عورت کو عین زنا کا ارتکاب کرتے ہوئے دیکھا گیا ہو۔ آیا یہ الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

ہیں یا بعد کے، یہ بات تحقیق طلب ہے۔ موطا حدیث کی قدیم ترین کتاب ہے۔ اس میں صرف اربعہ شہدا کے الفاظ ہیں۔ ان کے علاوہ کوئی قید نہیں لگائی گئی۔ ایک تو اربعہ شہدا کی قید ہی تعلیق بالمحال ہے اوپر سے المروۃ فی المکحلہ کی مزید شرط جرم کو بالکل ہی ناقابل گرفت بنا سکتی ہے۔

رہی یہ بات کہ اگر اس طریقہ سے جرم کے چار گواہ نہ ملیں تو کیا صورت ہو گی۔ میرے نزدیک ایسی شکل میں شوہر کے سامنے لعان کا اختیار موجود ہے۔ وہ اس اختیار کو استعمال کر کے اپنی بے وفا بیوی سے جان چھڑا سکتا ہے۔ لعان کی صورت اسی طرح کے معاملات کے لیے شریعت نے تجویز کی ہے اور یہ بات بالکل قطعی ہے کہ لعان کے بعد میاں بیوی میں جدائی کرا دی جائے گی۔

القضاء فی المنبوذ

(پھینکے ہوئے بچے کے متعلق فیصلہ)

"منبوذ" پھینکے ہوئے بچے کو کہتے ہیں۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کوئی عورت فتنے میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ اس میں بچے کی ذمہ داریاں اٹھانے کا حوصلہ ہوتا اور نہ ہی بدنامی کا مقابلہ کرنے کا، تو وہ بچے کو کسی جگہ پھینک دیتی ہے۔ بعض اوقات والدین اپنی جائز اولاد کو بھی غربت، فلاکت، یا دماغی کمزوری کی وجہ سے پھینک دیتے ہیں۔

قال یحیی قال مالک عن ابن شہاب عن سنین ابی جمیلہ رجل من بنی سلیم انہ وجد منبوذا فی زمان عمر بن الخطاب قال: فجئت بہ الی عمر بن الخطاب، فقال ما حملک علی اخذ ھذہ النسمۃ؟ فقال وجدتھا ضائعۃ فاخذتھا، فقال لہ عریفہ یا امیر المومنین انہ رجل صالح، فقال لہ عمر اکذالک؟ قال نعم، فقال عمر بن الخطاب اذھب فھو حر ولک ولاءہ، وعلینا نفقتہ، قال یحیی سمعت مالکا یقول الامر عندنا فی المنبوذ انہ حر وان ولاءہ للمسلمین ھم یرثونہ و یعقلون عنہ۔

▪... ابن شہاب سنین بن ابی جمیلہ سے روایت کرتے ہیں کہ قبیلہ بنی سلیم کے ایک آدمی نے حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایک گرا پڑا بچہ پایا۔ اس کا بیان ہے کہ میں اس کو لے کر حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے پوچھا کہ اس جان کو کیوں اٹھائے پھر رہے ہو۔ اس شخص نے جواب دیا کہ میں نے گمان کیا کہ یہ جان ضائع ہو جائے گی تو اٹھا لیا۔ حضرت عمرؓ کے سیکرٹری نے کہا کہ امیر المومنین یہ آدمی نیک ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کیا واقعی ایسا ہے؟ اس نے کہا جی ہاں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا جاؤ یہ آزاد

ہے۔ اس کا ولا تم کو حاصل ہو گا۔ اور اس کا خرچ ہم دیں گے۔
یحیی کہتے ہیں کہ میں نے امام مالک کو یہ کہتے سنا کہ پھینکے ہوتے بچے کے بارے میں ہمارا فتوی یہ ہے کہ وہ آزاد ہے۔ اس کا ولا مسلمانوں کے لیے ہے وہی اس کے وارث ہوں گے اور وہی اس کی دیت بھی دیں گے۔

وضاحت :

"ولا" عرب کے معاشرتی اور سماجی نظام کا بڑا اہم حصہ تھا۔ عرب کی زندگی قبائلی تھی۔ اس میں کوئی شخص کسی قبیلہ کے ساتھ تعلق کے بغیر نہیں کھپ سکتا تھا۔ اگر باہر کے کچھ لوگوں کو قبیلہ کے ساتھ وابستہ کرنا ہوتا تو اس کی صورت ولا کی تھی۔ جن لوگوں کا نسب معلوم نہ ہوتا یا جو غلام آزاد ہوتے وہ ولا کے رشتہ سے قبیلہ کا فرد بن جاتے۔ وہ جب مرتے تو ان کے مال کا وارث وہی قبیلہ بنتا۔ اگر ان سے کوئی جرم سرزد ہوتا تو تاوان یا دیت بھی قبیلہ کے ذمہ ہوتی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھینکے ہوتے بچے کا مسئلہ بھی اسی قاعدے سے حل کیا کہ اس کی پرورش کی ذمہ داری اٹھانے والے کو اس کا ولا دے دیا لیکن خرچہ بیت المال سے ادا کرنے کا حکم دیا۔
مالکیہ یہ کہتے ہیں کہ منبوذ کا "ولا" مسلمانوں کو من حیث القوم حاصل ہو گا۔ وہی اس کے وارث بھی ہوں گے اور دیت بھی دیں گے۔ میرے خیال میں امیر المومنین نے ٹھیک کیا کہ خرچہ بیت المال پر ڈالا جو سب مسلمانوں کا مشترکہ ہے اور ولا کا فیصلہ بھی انہوں نے امیر کی حیثیت سے ایک صالح آدمی کے حق میں دے دیا جس کو بچے کی پرورش کی ذمہ داری سونپ دی تھی۔ تاکہ وہ پوری توجہ اور شفقت سے اس کو خاندان کا ایک فرد سمجھ کر اس کی پرورش کرے۔
مالکیہ کے ہاں ایک چیز ہے۔ قیاس مرسل۔ اس کا کوئی ضابطہ نہیں ہے۔ جن معاملات میں شریعت نے کوئی واضح ہدایت نہیں دی اور ان کا حل مسلمانوں کی مصلحت پر چھوڑ دیا ہے تو جس مصلحت کی طرف مسلمانوں کا ذہن جائے گا وہی شریعت ہے۔ احناف اس کو استحسان کہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کا عمل حکمت اور مصلحت ملت کے نقطہ نظر سے بھی بہت اچھا تھا۔

(ترتیب : سعید احمد)

حذف (۴)

شرطیہ جملوں میں حذف :

شرطیہ جملوں کے دو حصے ہوتے ہیں جن میں سے ایک حصے میں شرط بیان ہوتی ہے اور دوسرے میں اس کا نتیجہ یا اثر، جس کو جواب شرط یا جزا کہتے ہیں۔ شرطیہ جملوں کے پہلے حصہ کا آغاز کسی حرف شرط سے ہوتا ہے مثلاً لو، ان، اذا، لما وغیرہ۔
عام جملہ شرطیہ کی مثال سورہ فاطر کی آیت ۱۴ میں بیان ہے۔ فرمایا :

ان تدعوهم لا یسمعوا دعاءکم ولو سمعوا ما استجابوا لکم۔

(اگر تم ان کو پکارو گے تو وہ تمہاری فریاد نہیں سنیں گے اور اگر سنیں گے بھی تو تمہاری فریاد رسی نہیں کریں گے)۔

یہ آیت دو شرطیہ جملوں سے مرکب ہے۔ ایک جملے کا آغاز حرف ان سے ہوا ہے اور دوسرے کا حرف لو سے "وان تدعوهم" اور "لو سمعوا" ان جملوں کا شرطیہ حصہ ہیں جن کا جواب شرط بالترتیب لا یسمعو دعاءکم اور ما الستجابو لکم میں ہے۔
علی ھذا القیاس اسی سورہ کی آیت ۴۵ یوں ہے :

لو یؤاخذ اللہ الناس بما کسبوا ما ترک علی ظھرھا من دابۃ۔

(اگر اللہ لوگوں کو ان کے اعمال کی پاداش میں فوراً پکڑتا تو زمین کی پشت پر ایک جاندار کو بھی نہ چھوڑتا)۔

یہاں بھی حرف لو سے شرطیہ جملہ شروع ہوتا ہے جس کا جواب یا نتیجہ ما ترک سے شروع ہونے والے حصے میں واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔
قرآن مجید میں اس طرح کے مکمل شرطیہ جملے بکثرت ہیں لیکن کہیں کہیں ایسے جملے بھی پائے جاتے ہیں جن میں جواب شرط حذف ہو گیا ہے۔ ایسے جملوں کا مفہوم متعین کرنے میں قاری کو مشکل پیش آ سکتی ہے۔ اس لیے حذف کا یہ اسلوب سمجھنے کی ضرورت ہے۔

جواب شرط کے حذف کے بڑے مواقع حسب ذیل ہیں:

الف۔ غایت وضاحت یا جواب شرط کا پہلے سے مخاطب کی معلومات میں ہونا۔

ب۔ سیاق کلام میں اس کا تذکرہ ہونا۔

ج۔ کلام میں دوسرے مقام میں وضاحت موجود ہونا۔

د۔ شدت تاثر کو قائم رکھنے کی غرض ہونا۔

ہ۔ جواب شرط کا کسی ایسے مضمون پر مشتمل ہونا جس کی تعبیر سے کلام قاصر ہو۔

و۔ مبالغہ کے لیے، جہاں تخیل کی جولانی کو حرکت میں لانا ضروری ہو۔

اب ہم چند مثالوں سے ان مواقع کی وضاحت کرتے ہیں۔

الف۔ غایت وضاحت:

۱۔ وان کان کبر علیک اعراضھم فان استطعت ان تبتغی نفقاً فی الارض او سلماً فی السماء فتاتیھم بایۃ (انعام ۳۵)

"اور اگر ان کا اعراض تم پر گراں گزر رہا ہے تو اگر تم زمین میں کوئی سرنگ یا آسمان میں کوئی زینہ ڈھونڈ سکو کہ ان کے پاس کوئی نشانی لا دو تو ...... (ایسا کر دیکھو)۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کفار کو قرآن کی طرف بلاتے تو وہ جواب میں یہ مطالبہ کرتے کہ اگر آپ واقعی خدا کے پیغمبر ہیں تو ہمیں معجزہ دکھائیں۔ قرآن کا استدلال یہ تھا کہ ایمان معجزہ دیکھنے پر منحصر نہیں بلکہ یہ عقل و فہم کو استعمال میں لانے سے حاصل ہوتا ہے۔ پچھلی قوموں نے معجزات دیکھے لیکن پھر بھی ایمان کی توفیق نہ پائی کیونکہ انہوں نے اپنے دل و دماغ سے کام نہیں لیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال ہوتا کہ اگر کوئی معجزہ دکھا دیا جائے تو شاید ضدی لوگ اس سے متاثر ہو کر راہ راست پر آ جائیں۔ اس پر آیت زیر بحث میں یہ فرمایا کہ ہم تو کوئی نشانی پیش کرنے سے رہے۔ اگر تم خود زمین یا آسمان میں سے کوئی نشانی لا سکتے ہو تو ایسا کر دیکھو۔ "ایسا کر دیکھو" کے الفاظ کلام کا بدیہی تقاضا ہیں۔ اس لیے ان کو حذف کر دیا۔

۲۔ لو لا ان تصیبھم مصیبۃ بما قدمت ایدیھم فیقولوا ربنا لو لا ارسلت الینا رسولا فنتبع ایتک ونکون من المؤمنین (قصص ۴۷)

"اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ان پر ان کے اعمال کے سبب سے کوئی آفت آئی تو وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیات کی پیروی کرتے اور اہل ایمان میں سے بنتے تو ...... (ہم رسول نہ بھیجتے)۔

اس آیت میں قریش کو تنبیہ ہے کہ اگر ہم چاہتے تو رسول کی بعثت کے بغیر محض ان کی بد اعمالیوں کی پاداش میں بھی ان پر گرفت کرتے لیکن ہم نے ایسا نہیں کیا تاکہ وہ یہ عذر نہ کر سکیں کہ اگر ہمارے پاس کوئی رسول آیا ہوتا تو ہم اللہ کی آیات کی پیروی کرنے والے اور رسولؐ پر ایمان لانے والے بنتے۔ رسول اللہ کی بعثت ان کا عذر ختم کرنے اور ان پر حجت تمام کرنے کے لیے ہوتی ہے۔ جملے کے پہلے حصے ہی میں جواب شرط کا مضمون (یعنی رسول نہ بھیجنا) از خود نمایاں ہو گیا ہے۔ اس لیے الفاظ میں اس کو دوبارہ کہنے کی ضرورت نہ تھی۔

۳۔ سورہ توبہ کی آیت ۵۹ **ولو انھم رضوا .... الخ** کا جواب شرط بھی بالکل واضح ہے کہ ایسا کرنا ان کے لیے بہتر ہوتا۔

ب۔ سیاق و سباق میں مضمون کا تذکرہ ہونا:

۱۔ ولو ان قرانا سیرت بہ الجبال او قطعت بہ الارض او کلم بہ الموتی (رعد ۳۱)

"اور اگر کوئی ایسا قرآن بھی اترتا جس سے پہاڑ حرکت میں آ جاتے یا زمین پاش پاش ہو جاتی یا مردے بولنے لگتے تب بھی ...... "(یہ لوگ ایمان لانے والے نہ بنتے)۔

اس آیت سے قبل کفار کے اس مطالبہ کا ذکر ہے کہ ہمیں رب کی طرف سے کوئی خاص نشانی کیوں نہیں دکھائی جاتی۔ اس کا جواب دیا ہے کہ جن لوگوں کو ایمان لانا ہوتا ہے وہ اللہ کے کلام سے اطمینان حاصل کرتے ہیں۔ پچھلی قوموں کی طرح ہم نے تم کو بھی وحی کی تعلیم دی تاکہ تم کفار تک اس کو پہنچا دو۔ جنہیں ایمان لانا ہو گا وہ ایمان لائیں گے۔ دوسرے لوگ اسی طرح کے مطالبات میں الجھے رہیں گے۔ اگر ہم اس قرآن میں پہاڑوں کو حرکت دینے، زمین کو پاش پاش کرنے اور مردوں کو ناطق بنانے کی تاثیر بھی رکھ دیتے تب بھی یہ لوگ ایمان لانے والے نہ بنتے۔ سلسلہ کلام میں کلام کا رخ نہایت واضح تھا اس لیے جواب شرط کو حذف کر دیا گیا۔

۲۔ لو یعلم الذین کفروا حین لا یکفون عن وجوھھم النار ولا عن ظھورھم ولا ھم ینصرون۔ (الانبیاء ۳۹)

"اگر یہ کفر کرنے والے جان پاتے اس وقت کو جب کہ یہ عذاب نار کو نہ اپنے چہروں سے دفع کر سکیں گے نہ اپنی پیٹھوں سے اور نہ ان کی کسی طرف سے کوئی مدد ہو گی تو ...... "(یہ عذاب کی جلدی نہ مچاتے)۔

سلسلہ کلام میں یہ مضمون ہے کہ کفار ایمان نہیں لاتے اور برابر یہ تقاضا کرتے ہیں کہ ان کے ایمان نہ لانے کے نتیجہ میں ان پر عذاب کیوں نہیں آ رہا ہے۔ ان کی اس ہٹ دھرمی پر فرمایا کہ عجلت پسندی انسان کی سرشت میں ہے۔ عذاب کی نشانیاں تو اپنے وقت پر نمودار ہوں گی۔ کاش یہ کفار اس وقت کا

بھی کچھ اندازہ کر پاتے جب خدا کے عذاب کی آگ ان کو آگے پیچھے سے گھیرے گی اور ان پر بے کسی کی حالت طاری ہو گی تو یہ عذاب کے لیے یوں جلدی نہ مچاتے۔ کلام کا ارتقا جواب شرط کے مضمون (عذاب کے لیے جلدی نہ مچانا) کا از خود تقاضا کر رہا ہے۔ اس لیے اس کو حذف کر دیا۔

۳۔ کلا لو تعلمون علم الیقین لترون الجحیم۔ ثم لترونھا عین الیقین ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم (تکاثر ۵-۸)

"ہرگز نہیں، اگر تم یقین کے ساتھ جانتے کہ دوزخ سے ضرور دوچار ہو گے، پھر اس کو یقین کی آنکھوں سے دیکھو گے، پھر تم سے اس دن نعمتوں کے باب میں پرسش ہونی ہے تو...... " (مال و دولت سمیٹنے کی دوڑ میں اپنی قیمتی زندگی برباد نہ کرتے)۔

ان آیات سے قبل انسان کو ملامت کی گئی ہے کہ وہ اپنی زندگی مال و دولت جمع کرنے کی دوڑ میں برباد کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ موت آ کر اس کی مہلت عمل کو ختم کر دیتی ہے۔ اس غفلت کا نتیجہ درجہ بدرجہ اس کے سامنے آئے گا۔ کاش اس کو اس حرکت کے برے انجام کا یقین ہوتا تو وہ یوں زندگی برباد نہ کرتا۔ جملے میں شرط کا جواب حذف کر دیا گیا کیونکہ وہ اظہار کے بغیر بھی واضح تھا اور سلسلہ کلام اس کی طرف رہنمائی کر رہا تھا۔

بعض لوگ ان آیات کی ترکیب کو نہیں سمجھتے۔ وہ لترون الجحیم اور بعد کی آیات کو جواب شرط قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ آیات لو تعلمون علم الیقین کے مفعول کے محل میں ہیں اور جواب شرط ان کے بعد محذوف ہے۔ اس کو ہم نے قوسین میں کھول دیا ہے۔

ج۔ کلام میں وضاحت موجود ہونا:

۱۔ ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ وان اللہ رءوف رحیم (نور ۲۰)

"اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کا کرم نہ ہوتا اور یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ مہربان و رحیم ہے تو...... (تم اس کی پکڑ میں آ گئے ہوتے)۔

یہ واقعہ افک کے سلسلے کی آیت ہے جس میں مسلمانوں سے کہا گیا ہے کہ بلا تحقیق سنی سنائی باتوں کو قبول کر کے تہمتیں لگانے کا عمل ایسا تھا کہ اس پر تم خدا کی گرفت میں آ گئے تھے لیکن اس نے محض اس بنا پر تمہیں عذاب سے محفوظ رکھا کہ وہ بندوں پر بڑا مہربان اور شفقت کرنے والا ہے۔ جواب شرط کا محذوف مضمون خود قرآن نے اوپر آیت ۱۴ میں کھول دیا ہے۔ فرمایا:

ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ فی الدنیا والاخرۃ لمسکم فی ما افضتم فیہ عذاب عظیم۔

"اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی، دنیا اور آخرت میں، تو جس چیز میں تم ملوث ہو گئے تھے اس کے باعث تم کو ایک عذاب عظیم آ پکڑتا"

۲۔ قال یقوم ارءیتم ان کنت علی بینۃ من ربی ورزقنی منہ رزقا حسنا (ھود ۸۸)

"اس نے کہا اے میری قوم، بتاؤ اگر میں اپنے رب کی جانب سے ایک واضح دلیل پر ہوں اور اس نے مزید اپنی جانب سے مجھے رزق حسن سے بھی نوازا تو...... " (اس کے سوا میں تمہیں اور کس چیز کی دعوت دوں؟)

یہ حضرت شعیب علیہ السلام کا قول ہے۔ انہوں نے اپنی قوم کو توحید اور معاملات میں دیانت داری کی تعلیم دی جس کو قوم نے دخل در معقولات قرار دیا۔ اس پر حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ جو تعلیم میں تمہیں دے رہا ہوں یہ تو میری فطرت کی آواز بھی تھی جس کو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے مدلل کر دیا۔ اس کی حقانیت کا یقین رکھتے ہوئے میں اس کے سوا تمہیں کس چیز کی دعوت دوں۔ جواب شرط کے اس مضمون کو خود قرآن مجید نے حضرت صالح علیہ السلام کے مشابہ کلام میں واضح کر دیا ہے فرمایا:

۳۔ قال یقوم ارءیتم ان کنت علی بینۃ من ربی واتنی منہ رحمۃ فمن ینصرنی من اللہ ان عصیتہ (ھود ۶۳)

"اس نے کہا اے میری قوم کے لوگو! بتاؤ، اگر میں اپنے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہوں اور اس نے اپنی جانب سے رحمت خاص سے بھی مجھے نوازا تو اگر میں اس کی نافرمانی کروں تو اللہ کی پکڑ کے وقت کون میرا مددگار ہو گا"۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ان افضال و عنایات کے بعد اگر میں کسی دوسری چیز کی دعوت دوں تو یہ اس کی نافرمانی ہو گی جس پر وہ میری گرفت فرمائے گا۔ اگر ایسا ہوا تو کون ہے جو اس وقت میری مدد کو آئے گا۔

د۔ شدت تاثر کو قائم رکھنا:

۱۔ ولو تری اذ یتوفی الذین کفروا یضربون وجوھھم وادبارھم و ذوقوا عذاب الحریق (انفال ۵۰)

"اور اگر تم دیکھ پاتے جب فرشتے ان کفر کرنے والوں کی روحیں قبض کرتے ہیں مارتے ہوئے ان کے چہروں اور ان کی پیٹھوں پر اور یہ کہتے ہوئے کہ اب چکھو مزا جلنے کے عذاب کا تو...... "۔

یہاں کفار کی وہ حالت بیان کی ہے جس سے وہ جان کنی کے وقت اور اس کے بعد دوچار ہوتے

ہیں۔ فرشتے ان کو پیٹتے ہوئے لے جاتے ہیں اور عذاب کے ڈراوے دیتے ہیں۔ یہاں جواب شرط کو حذف کر دیا ہے تاکہ قاری پر تاثر باقی رہے اور وہ کفار کے عبرت انگیز انجام کے بارے میں سوچنے پر مجبور ہو جائے۔ مراد یہ ہے کہ اگر تم اس وقت کو دیکھ پاتے تو اندازہ ہوتا کہ کفار کی کیا درگت بننے والی ہے۔

۲۔ ارء یت الذی ینھی عبدا اذا صلی ارء یت ان کان علی الھدی او امر بالتقوی ارئیت ان کذب و تولی الم تعلم بان اللہ یری (علق ۹۔۱۳)

"ذرا دیکھو تو اس کو جو روکتا ہے ایک بندے کو جب وہ نماز پڑھتا ہے۔ بھلا دیکھو تو اگر وہ ہدایت پر ہوا یا نیکی کا حکم دینے والا ہوا تو......! بھلا دیکھو تو اگر اس نے جھٹلایا اور منہ موڑا تو......! کیا اس نے نہیں جانا کہ اللہ دیکھ رہا ہے؟"

الفاظ کے تیور سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ متکلم شدید غضب کی حالت میں ہے۔ اسے یہ بات انتہائی طور پر ناگوار گزری ہے کہ کوئی بندہ نماز پڑھنا چاہے اور دوسرا اس کو روک دے۔ وہ دونوں کے طرز عمل کا موازنہ کرتا ہے اور اس کے نتائج سے آگاہ کرنا چاہتا ہے لیکن شدت غضب میں اپنی بات کو پورا نہیں کر پاتا۔ لہذا کلام میں حذف چھوڑ دیا گیا ہے تاکہ شدت تاثر قائم رہے اور غلط طرز عمل والا آدمی اپنی حرکت کے بارے میں سوچنے پر مجبور ہو۔

ہ۔ تعبیر کی مشکل:

کہیں بیان کے لیے وسعت درکار ہوتی ہے اور آدمی اگر اس کے پیچھے پڑ جائے تو سر رشتہ مضمون ہاتھ سے نکل جاتا ہے اور بات پھر بھی پوری طرح گرفت میں نہیں آتی۔ اس صورت میں حذف کا اسلوب ہی مناسب ہوتا ہے جو وسعت کا احاطہ کرنے کا کام قاری پر چھوڑ دیتا ہے۔

۱۔ فلما اسلما و تلہ للجبین و نادیناہ ان یابراھیم قد صدقت الرؤیا انا کذلک نجزی المحسنین (صافات ۱۰۳۔۱۰۵)

"پس جب دونوں نے اپنے تئیں اپنے رب کے حوالے کر دیا اور ابراہیم نے اس کو پیشانی کے بل پچھاڑ دیا اور ہم نے اس کو آواز دی کہ اے ابراہیم، بس، تم نے خواب کو سچ کر دکھایا تو...... بے شک ہم خوب کاروں کو اسی طرح صلہ دیا کرتے ہیں۔"

یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھوں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قربان کیے جانے کے واقعہ کا بیان ہے۔ بیان واقعہ کے آغاز میں حرف شرط لما آیا ہے لیکن آخر تک اس کا جواب سامنے نہیں آیا بلکہ اس اقدام کے صلہ کی خبر دی گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ قربانی کے لیے تیار ہو کر باپ اور بیٹے

نے عبدیت کا جو عالیشان مظاہرہ کیا اور اپنے رب کی رضا جوئی کے لیے انہوں نے اپنی عزیز ترین متاع کو بھی دریغ نہیں رکھا تو ان کا یہ عمل اللہ تعالی کے ہاں ایسی عظیم رحمتوں کا ان کو مستحق بنا گیا جن کی وسعتوں سے صرف اللہ تعالی ہی آگاہ ہے اور جن کی تعبیر سے الفاظ قاصر ہیں۔ چنانچہ لما کا جواب حذف کر دیا تاکہ قاری چشم تصور سے ان کا ادارک کرے۔

۲۔ وسیق الذین اتقوا ربھم الی الجنۃ زمرا حتی اذا جاء وھا و فتحت ابوابھا و قال لھم خزنتھا سلام علیکم طبتم فادخلوھا خالدین و قالوا الحمد للہ الذی صدقنا وعدہ (زمر ۷۳۔۷۴)۔

"اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے وہ گروہ در گروہ جنت کی طرف لے جائے جائیں گے۔ یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس آئیں گے اور اس کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور اس کے پاسبان اس سے کہیں گے السلام علیکم، شاد رہو، پس اس میں داخل ہو جاؤ ہمیشہ کے لیے تو...... اور وہ پکار اٹھیں گے، شکر ہے اللہ کا جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔"

یہاں بھی انجام کار متقین کے جنت میں پہنچنے کی خبر ہے۔ حرف شرط اذا کا جواب کہیں مذکور نہیں۔ مراد یہی ہے کہ فرشتوں کے استقبال کے بعد متقین جنت میں داخل ہوں گے تو ایسی ایسی نعمتوں سے مستفید ہوں گے جو احاطہ بیان میں نہیں آ سکتیں۔ ان کا اندازہ یہاں بیٹھے آج کون کر سکتا ہے۔ تعبیر کی اس مشکل کے پیش نظر جواب شرط کو حذف کر دیا۔ آخر میں یہ بتایا گیا کہ متقین جب ان نعمتوں سے بہرہ مند ہوں گے تو الحمد للہ کا نعرہ لگائیں گے۔

و۔ مبالغہ کے لیے:

۱۔ ولو یری الذین ظلموا اذ یرون العذاب ان القوۃ للہ جمیعاً و ان اللہ شدید العذاب (بقرہ ۱۶۵)

"اور اگر یہ اپنی جانوں پر ظلم ڈھانے والے اس وقت کو دیکھ سکتے جب یہ عذاب سے دوچار ہو کر دیکھیں گے کہ سارا زور و اختیار اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے اور اللہ بڑا ہی سخت عذاب دینے والا ہے تو......"

یہاں اس عذاب کی تفصیل نہیں کی جس کو دیکھ کر ہر شخص اس کی شدت کا قائل ہو جائے گا اور یہ یقین کرے گا کہ تمام تر قوت اللہ ہی کی ہے۔ اثرات بیان کر دینا اور عذاب کی وضاحت نہ کرنا مبالغہ کے لیے ہے تاکہ قاری اپنی صلاحیت کے لحاظ سے اس کا زیادہ سے زیادہ اندازہ خود کرے۔

محذوف مضمون کو متعین کرنے کے لیے جملہ کے سیاق و سباق کو دیکھنا اشد ضروری ہوتا ہے۔ اگر اس بارے میں تساہل سے کام لیا جائے تو آدمی ایسے معانی مقدر مان لیتا ہے جن کو قبول کرنے سے

(بقیہ بر صفحہ ۴۸)

خالد مسعود

غزوہ احد (۲)

غزوہ بدر ایک فیصلہ کن جنگ تھی جس نے حق اور باطل میں امتیاز کر دیا اور مسلمانوں کو کافروں پر ایسا غلبہ دیا جو ہر کسی کو نظر آنے والا تھا۔ اس کے برعکس غزوہ احد کی حیثیت آیات متشابہات کی سی تھی۔ آیات متشابہات میں جو حقیقت بیان ہوتی ہے وہ مخفی ہوتی ہے۔ اہل نظر تو اس کو دیکھ رہے ہوتے ہیں لیکن دوسرے لوگوں پر وہ ظاہر نہیں ہوتی۔ اس لئے اس میں قیاس آرائیوں کو راہ مل جاتی ہے اور یہ چیز فتنہ کا سامان پیدا کر دیتی ہے۔ جب کوئی واقعہ متشابہ نوعیت کا ہو تو اس کی حکمتوں پر بھی کچھ ایسی دبیز تہیں چڑھ جاتی ہیں کہ ہر شخص کی نگاہ ان تک نہیں پہنچتی، لہٰذا لوگ اس کے معاملہ میں فتنہ میں پڑ جاتے ہیں۔ جنگ احد مسلمانوں کے لئے ایک بڑی آزمائش تھی۔ اس کے نقصانات اتنے ہوشربا تھے کہ ہر شخص کو بغیر توجہ دلائے بھی نظر آتے تھے۔ مدینہ کا کم و بیش ہر خاندان ان سے متاثر ہوا تھا۔ اس جنگ کے بارے میں یہی فیصلہ کرنا مشکل ہو گیا کہ یہ مسلمانوں کی فتح تھی یا شکست۔ اس سے حاصل ہونے والے فوائد اور اس کی حکمتوں کی طرف نگاہ نہ جاتی تھی۔ اس صورت حال میں جہاں بعض پختہ فکر اور پختہ ایمان رکھنے والے مسلمانوں نے صحیح سبق حاصل کئے، وہیں ایک بڑے طبقہ نے، جن کے دلوں میں کجی اور دماغوں میں فتنہ جوئی کی خواہش تھی، اس کو پروپگنڈہ کے لئے نہایت موزوں پایا۔ حکمت الٰہی کا تقاضا ہوا کہ اس جنگ کے احوال کو اہل ایمان کی تعلیم و تذکیر کا ذریعہ بنایا جائے۔ چنانچہ سورہ آل عمران نے اس پر نہایت مفصل اور بے لاگ تبصرہ کیا ہے۔

معاندین کا پراپیگنڈا:

فتنہ پردازوں نے خاص طور پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو نشانہ بنایا۔ نیز انہوں نے اہل ایمان کے لئے خدا کی نصرت کے اس وعدہ کا مذاق اڑایا جس کا حوالہ قرآن نے جنگ بدر کے بعد سورہ انفال میں دیا تھا۔ انہوں نے اسلام کے مستقبل کو اس قدر غیر یقینی بنا کر پیش کیا کہ بہت سے لوگ فی الواقع شبہات میں پڑ گئے۔ ان کی کوشش ایک ایسی فضا پیدا کرنا تھا جس میں مسلمانوں کو اعتماد سے محروم

کیا جاسکے۔

معترضین نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ الزام دیا کہ وہ من مانی کرنے والے آدمی ہیں۔ کسی کے مشورہ کو خاطر میں نہیں لاتے۔ وہ اپنی ذاتی امنگیں رکھتے ہیں جن کی خاطر وہ اپنے جاں نثار ساتھیوں کے جان و مال کو تباہ کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ اگر وہ مسلمانوں کے خیر خواہ ہوتے تو کفار کا مقابلہ مدینہ کے اندر رہ کر کرنے کا مشورہ مان لیتے اور یوں مسلمانوں کا خون رائیگاں نہ جاتا۔

معترضین نے اس تصور پر پھبتیاں کسیں کہ اللہ اہل ایمان کے ساتھ ہے اور ان کی نصرت فرماتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ احد میں نصرت کی وہ شانیں کیوں نظر نہ آئیں جو بدر میں نظر آئی تھیں۔ یہ کیسی نصرت ہے جو کبھی جلوہ دکھاتی ہے اور کبھی غائب ہو جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جنگ لڑنا تدابیر اور وسائل کا ایک کھیل ہے۔ جب وسائل فراہم ہو جائیں اور معقول تدابیر اختیار کر لی جائیں تو فتح حاصل ہو جاتی ہے اور اگر ان کے بارے میں کچھ کوتاہی ہو جائے تو شکست مقدر بن جاتی ہے۔ اہل ایمان بھی اسی کلیہ کے تحت آتے ہیں۔ ان کے ساتھ خدا کا کوئی خاص معاملہ نہیں ہے۔ قرآن میں نصرت کا وعدہ محض مسلمانوں کا دل رکھنے کے لئے ہے۔

یہی لے جب زیادہ بڑھی تو انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ اسلام کا مستقبل بے حد مخدوش ہے۔ یہ دعویٰ کہ غلبہ اسلام کے لئے مقدر ہے محض ایک ڈھونس ہے۔ قریش نے ذرا سی منظم جدوجہد کی تو مسلمانوں کو اپنی پڑ گئی۔ لہٰذا اگر وہ مزید کوشش کر کے وسائل جنگ زیادہ فراہم کر لیں گے تو کوئی وجہ نہیں کہ اسلام کی بیخ کنی میں کامیاب نہ ہوں۔ اسلام اگر سچا دین تھا تو اس کو ایسی افتاد ہی کیوں پیش آئی جس نے مسلمانوں کے ہر گھر میں صف ماتم بچھا دی۔

یہ تھے معترضین کے پروپیگنڈے کے بنیادی نکات جن کا قرآن نے مفصل جواب دیا۔ اس نے بتایا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج ہرگز آمرانہ نہیں۔ ان کی تو خوبی ہی یہ ہے کہ وہ لوگوں کے ساتھ نہایت نرمی کا معاملہ کرنے والے، ان کی عزت افزائی کرنے والے، اور ان کی خیر خواہی چاہنے والے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ چاروں جانب سے لوگ اس شمع کے دیوانے بن کر جمع ہو رہے ہیں۔ اگر ان کے اندر بدخوئی اور درشتی و سخت گیری کی صفات ہوتیں تو کوئی شخص ان کے قریب ہونا گوارا نہ کرتا۔ وہ اپنے ساتھیوں کے بدخواہ کیسے ہو سکتے ہیں جبکہ وہ خدا سے بے حد ڈرنے والے ہیں۔ وہ اس بات سے بخوبی آگاہ ہیں کہ اگر وہ اپنی امت کے ساتھ بدخواہی کا کوئی معاملہ کریں گے تو قیامت کے روز اس کی جواب دہی کرنا ہوگی۔ ان کا تو ہر قدم اللہ کی رضا کی طلب میں اٹھتا ہے۔ وہ براہ راست خدا کی رہنمائی میں کام کرتے ہیں اس لئے اس بات کا کوئی امکان نہیں ہے کہ ان کی کوئی تدبیر غلط ہو جائے۔ البتہ دوسرے تمام انسانوں کی طرح وہ بھی خدا کی تقدیر کے تحت ہیں۔ اگر تقدیر میں کوئی بات لکھی ہو تو

اس سے پہلو بچا کر نکل جانا ان کے بس میں نہیں۔

جہاں تک خدا کی نصرت کا تعلق ہے قرآن نے آگاہ کیا کہ نصرت کا تصور یہ نہیں کہ جہاں جس میدان میں کچھ کلمہ گو کود جائیں تو لازم ہو جائے کہ فرشتوں کی ایک فوج بھی ان کے ہمراہ وہاں اتار دی جائے۔ نصرت خداوندی بعض شرائط کے ساتھ مشروط ہے۔ مثلاً یہ کہ مسلمان پورے خلوص اور بے لوثی کے ساتھ دین کی سربلندی کے لئے میدان میں نکلے ہوں۔ انہوں نے اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیا ہو، وہ ادائے فرض میں ڈھیلے نہ پڑیں، اللہ اور اس کے احکام کی خلاف ورزی نہ کریں، ان کو جو حکم دیا جائے اس میں اختلاف رائے پیدا نہ کریں، میدان جنگ میں دنیا طلبی ان پر مسلط نہ ہو بلکہ ہر کام آخرت کو مد نظر رکھ کر کریں۔ جب وہ ان شرائط کو پورا کریں گے تو ان کی مہم میں اللہ کی نصرت ان کے ہم رکاب ہوگی۔ جنگ احد کے پہلے مرحلہ میں انہوں نے شرائط کو ملحوظ رکھا تو نصرت ان کو حاصل رہی اور اسی کے باعث انہوں نے کفار کو تہ تیغ کیا۔ اس کے بعد دنیا طلبی ان پر حاوی ہو گئی۔ اس کے تحت انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے مقرر کئے ہوئے امیر کے احکام کی خلاف ورزی کی تو نصرت ان سے روک لی گئی اور ان کو پے در پے غموں کے حوالہ کر دیا گیا۔ لہٰذا جو کچھ ہوا اس میں مسلمانوں کی اپنی کمزوریوں کو دخل تھا۔ آئندہ کی مہمات میں اگر وہ کمزوریوں پر قابو پالیں گے تو اللہ کی نصرت کو شامل حال پائیں گے۔

غلبہ اسلام کے وعدہ کو پھر سے موثق کیا گیا۔ بتایا گیا کہ اس وعدہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی اور نہ اللہ تعالیٰ کو کفر کے ساتھ کوئی ہمدردی ہو گئی ہے کہ وہ کفار کو مسلمانوں پر ترجیح دینے لگے۔ اہل ایمان کو چاہیئے کہ اپنی اصلاح کریں اور اپنی ان خامیوں سے نجات حاصل کریں جن کے باعث انہوں نے زک اٹھائی۔ اگر وہ اپنا رویہ درست کر لیں گے تو غلبہ انہی کو حاصل ہوگا۔ جنگ احد میں جو کچھ ہوا اس میں بھی کفر کے نیست و نابود ہونے کا پیغام چھپا ہوا ہے بشرطیکہ لوگ معاملہ کو صرف ظاہری طور پر ہی نہ دیکھیں بلکہ سطح کے نیچے چھپے ہوئے حقائق کا ادراک بھی کریں۔

بعض فتنہ پردازوں نے جنگ کے مسلمان مقتولین کی بڑی تعداد کو موضوع بحث بنایا۔ ان کا دعویٰ یہ تھا کہ یہ کھلے میدان میں مقابلہ کا نتیجہ تھا۔ جانوں کے اس ضیاع سے بچا جا سکتا تھا بشرطیکہ ہماری احتیاطی تدابیر کو نظرانداز نہ کیا جاتا۔ جن لوگوں نے جنگ سے قبل اپنے آپ کو لشکر سے علیحدہ کر لیا تھا انہی کا طرز عمل درست تھا۔ فروگذاشت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی۔ قرآن نے ان کا یہ جواب دیا کہ معترضین اس حقیقت کو نہیں سمجھے کہ زندگی اور موت دونوں اللہ کے اختیار میں ہیں اور بہتر سے بہتر تدبیروں سے موت کو نہیں ٹالا جا سکتا۔ مسلمان اگر قلعہ بند ہو کر بھی لڑتے تو جن لوگوں کا مرنا مقدر تھا وہ ضرور مرتے اور قلعہ بندی ان کے کسی کام نہ آ سکتی۔ معترضین یہ نہیں سوچتے کہ

زندگی کی وہ مہلت کس کام کی جو فرائض کی ادائیگی سے فرار اختیار کر کے حاصل کی جائے۔ بزدلی کے ساتھ زندہ رہنا مردوں کا شیوہ نہیں جبکہ فرض ادا کرتے ہوئے جان کا نذرانہ پیش کر دینا وفاداری کا سب سے اونچا مقام ہے۔ لہٰذا جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں جان دی ان پر ترس کھانے کی ضرورت ہے نہ ان کی موت پر غم کے اظہار کی۔ انہوں نے تو وہ سرفرازی حاصل کر لی جو تمام دنیاوی ذخیروں سے بہتر ہے۔ ان شہید ہونے والوں کا حال تو یہ ہے کہ وہ اپنے رب کے جوار رحمت میں اس کی نعمتوں سے محظوظ ہو رہے ہیں اور اپنے اخلاف کے بارے میں بھی آرزو مند ہیں کہ وہ بھی ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ان سے آملیں۔ معترضین یونہی ان کے غم میں دبلے ہوئے جا رہے ہیں۔

اہل ایمان کی کوتاہیوں پر تبصرہ:

جنگ احد میں بچے اہل ایمان سے جو کوتاہیاں ہوئیں قرآن نے ان کو بھی بے نقاب کیا تاکہ لوگ اپنی اصلاح کر سکیں اور آئندہ کے مراحل میں کسی ایسی ہی تکلیف دہ صورت حال سے دوبارہ دوچار نہ ہو جائیں۔

قرآن مجید نے بتایا کہ جنگ کے پہلے مرحلہ میں فتح کے بعد جس چیز نے شکست کے آثار پیدا کر دیئے وہ بعض لوگوں میں نظم و ضبط کا فقدان اور دنیاوی مفادات کا غلبہ تھا۔ چنانچہ ہدایت دی گئی کہ مسلمان جب بھی جنگ کے لئے نکلیں اللہ کے رسولؐ اور اپنے امیر کے احکام کو بطور خاص نگاہ میں رکھیں اور ان کی بجا آوری میں ہرگز کوتاہی نہ کریں۔ مال غنیمت کو سمیٹنے کے لئے اہم مورچوں کو چھوڑ دینا بالکل ناروا حرکت تھی۔ دنیاوی مفادات کا حصول کسی شخص کی سعی و تدبیر پر منحصر نہیں بلکہ یہ اللہ کا فضل ہوتا ہے۔ وہ جس کو جتنا کچھ دینا چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اہل ایمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ آخرت ہی کو اپنا ہدف قرار دیں۔ اللہ تعالیٰ آخرت کے طلبگاروں کو دنیا کے فضل سے محروم نہیں کیا کرتا۔ ایسے لوگ دنیا کی عزت بھی پاتے ہیں اور آخرت میں بھی سرخرو ہوتے ہیں۔

جن مسلمانوں نے شکست کے آثار دیکھ کر ناگفتنی خدشات کا اظہار کیا اور اپنی جان کی امان پانے کی تدبیریں سوچنے لگے تھے ان کو بتایا گیا کہ کردار کی یہ خامی کسی صاحب ایمان کو زیب نہیں دیتی۔ ذرا سی آزمائش سے ہمت ہار بیٹھنا، تھڑدلا پن دکھانا اور دشمن کے آگے گھٹنے ٹیک دینا اللہ والوں کا کام نہیں ہوتا۔ انبیاء کے ساتھیوں کی تاریخ تو یہ بتاتی ہے کہ اول تو انہوں نے کبھی یہ کمزوری نہیں دکھائی اور اگر کبھی انہیں شکست سے دوچار ہونا پڑا تو انہوں نے اس حادثہ کو اپنے تجاوز پر محمول کیا اور خدا سے اپنے قصوروں کی معافی مانگی۔ دگرگوں حالات میں اہل ایمان پر اس درجہ کی مایوسی طاری نہیں ہونی چاہیئے کہ ان کا عزم و حوصلہ ہی جواب دے دے اور وہ باطل کے آگے جھک جانے کا خیال دل میں لائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی افواہ نے۔ بہت سے لوگوں کو اس قدر طول کر دیا تھا کہ وہ اپنی زندگی ہی سے بیزار ہو کر بیٹھ رہے تھے۔ ان سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ غلط فہمی تمہیں کیسے لاحق ہو گئی کہ وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ ان کو ایک دن اللہ کے پاس جانا ہے۔ تو کیا اسلام کے ساتھ تمہاری وفاداری بس ان کی زندگی تک ہی رہے گی۔ تم خدا پر ایمان لاتے ہو۔ اس کے دین کے حامل ہو۔ اپنی اس حیثیت کو پہچانو۔ اگر تم حادثات سے دلبرداشتہ ہو کر دین سے منہ موڑ گئے تو اس سے خدا کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا لیکن تم اپنا بہت بڑا نقصان کر لوگے۔

جنگ احد کی اہمیت :

جنگ احد پر قرآن مجید کے طویل تبصرہ کی روشنی میں جائزہ لیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالی کی اسکیم میں یہ جنگ بڑی اہمیت کی حامل تھی۔ اس کو اہل ایمان کی صلاحیتوں کو صیقل کرنے اور بعض مخلصین کی قدر افزائی کرتے ہوئے ان کو بلند درجات سے نوازنے کا ذریعہ بنایا گیا۔

دیکھا گیا ہے کہ کوئی قوم جب تک کسی ارتعاش سے دوچار نہیں ہوتی اس کی صلاحیتیں خوابیدہ رہتی ہیں۔ حالات کی یک رنگی اس میں بعض اجتماعی کمزوریاں پیدا کر دیتی ہے۔ ان کمزوریوں سے نجات پانے کا موقع وہ ہوتا ہے جب خدا اس قوم کو کسی طوفان سے آشنا کر دیتا ہے۔ اس میں اس کی صلاحیتیں بروئے کار آتی اور اس کی قوت میں اضافہ کرتی ہیں۔ جنگ احد میں اہل ایمان کا امتحان ہو گیا جس سے ان کی فکری و عملی کمزوریاں سامنے آ گئیں اور یہ ممکن ہو گیا کہ وہ ان پر مطلع ہو کر قابو پا لیں اور آئندہ کے کٹھن مراحل میں زیادہ مضبوطی سے جدوجہد کر سکیں۔

اس جنگ نے مسلمانوں کی صفوں کی تطہیر بھی کر دی۔ جنگ بدر کی کامیابی کے بعد جو شرارتی عناصر ان کی صفوں میں گھس آئے تھے اس جنگ نے ان کو بے نقاب کر دیا۔ اس کے بعد اہل ایمان متنبہ ہو گئے کہ اگلے مراحل میں جہاں انہوں نے بیرونی دشمنوں کا مقابلہ کرنا ہے وہیں گھر کے بھیدی ان اندرونی بدخواہوں کی حرکتوں پر بھی نگاہ رکھنی ہے۔ اس مرحلہ پر اگر ان کو بے نقاب نہ کیا جاتا تو آئندہ زیادہ مشکل مقابلوں میں یہ عناصر بہت بڑا خطرہ پیدا کر سکتے تھے۔

اس جنگ نے ایمان کے ہر دعویدار کے دعوی کو جانچنے کے لئے ایک کسوٹی فراہم کر دی۔ وہ لوگ بھی متعین ہو گئے جو مشکل مراحل میں اپنا حوصلہ برقرار نہ رکھ سکے تھے اور وہ لوگ بھی ممیز ہو گئے جنہوں نے سرفروشی کے جوہر دکھائے اور دین کی راہ میں جان کا نذرانہ پیش کرنے سے بھی دریغ نہ کیا۔ اللہ تعالی چاہتا تھا کہ وہ اپنے بعض مخلص بندوں کی قدر افزائی کرے اور ان کی بلندی درجات کے لئے ان کو خلعت شہادت سے نوازے۔ معلوم نہیں کتنے مسلمان اس قدر افزائی کے دل سے متمنی تھے اور

(بقیہ بر صفحہ ۴۸)

عبداللہ غلام احمد

قرآنی مقالات

ترتیب و پیشکش : ادارہ علوم القرآن سرسید نگر علی گڑھ، انڈیا
شائع کردہ : دارالتذکیر ۲۳۲، علامہ اقبال روڈ، نزد پل نہر دھرم پورہ، لاہور

مدرسۃ الاصلاح۔ سرائے میر میں دائرہ حمیدیہ کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا گیا تھا۔ اس ادارہ کا بنیادی مقصد مولانا حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ کی عربی تصانیف اور ان کے اردو ترجموں کی اشاعت تھا۔ اس کے علاوہ یہ مقصد بھی پیش نظر تھا کہ قرآن پر تدبر و تحقیق کا سلسلہ جاری رہے اور اس کے ثمرات کو لوگوں کے استفادہ کے لئے منظر عام پر بھی لایا جائے۔ اس کام کے لئے ادارہ کو اپنے ایک ترجمان کی ضرورت تھی۔ چنانچہ ماہنامہ "الاصلاح" کے اجراء سے یہ ضرورت پوری کی گئی۔ "الاصلاح" دائرہ حمیدیہ کے ترجمان کی حیثیت سے ۱۹۳۶ء سے ۱۹۳۹ء تک مولانا امین احسن اصلاحی کے زیر ادارت شائع ہوتا رہا۔ اس رسالہ میں نہایت بلند پایہ اور معیاری مضامین شائع ہوتے رہے جو زیادہ تر قرآنیات پر مشتمل تھے۔ یہ سلسلہ زیادہ عرصہ تک جاری نہ رہ سکا۔ "الاصلاح" کی اشاعت رک گئی اور تحقیق و تدبر کا یہ سوتا خشک ہو گیا۔ "الاصلاح" میں شائع ہونے والے مضامین میں سے کچھ تو کتابی شکل میں چھپ چکے تھے۔ تاہم قرآنی علوم پر بہت سا علمی اور تحقیقی مواد ابھی تک رسالہ کی فائلوں میں موجود تھا مگر اس سے استفادہ کی کوئی صورت نہ تھی۔ ادارہ علوم القرآن نے اس میں سے کچھ نادر اور نایاب مضامین کو منتخب کر کے ترتیب و تنقیح کے ساتھ ۱۹۹۱ء میں سرسید نگر، علی گڑھ سے "قرآنی مقالات" کے نام سے شائع کیا۔ "قرآنی مقالات" ایک نہایت مفید مجموعہ تھا مگر اس کا پاکستان میں دستیاب ہونا ممکن نہیں تھا۔ "دارالتذکیر" نے اس کتاب کو لاہور سے شائع کر دیا ہے۔ اس طرح سے یہ کتاب پاکستان میں بسنے والے اپنے قدردانوں کے ہاتھوں تک پہنچ گئی ہے۔ دارالتذکیر نے یہ کام کر کے ایک بڑی خدمت سرانجام دی ہے۔

"قرآنی مقالات" کل پچیس (۲۵) مقالات پر مشتمل ہے اور اسے مندرجہ ذیل گروپوں میں ترتیب دیا گیا ہے۔

○ اصول تفسیر

- تفسیر و تاویل
- تحقیقات قرآنی
- اقسام القرآن
- تعلیمات قرآنی

مقالہ نگاروں میں مولانا حمید الدین فراہیؒ اور ان کے ارشد تلامذہ مولانا امین احسن اصلاحی اور مولانا اختر احسن اصلاحیؒ کے علاوہ مولانا عبد الواحد اصلاحیؒ، مولانا داؤد اکبر اصلاحیؒ، مولانا ابو اللیث اصلاحی ندویؒ اور مولانا بدر الدین اصلاحیؒ شامل ہیں۔ یہ سبھی حضرات مدرسۃ الاصلاح کے قریبی وابستگان اور عظیم خدمت گاروں میں سے ہیں۔

پچیس مقالات پر جدا جدا تبصرہ لکھنا ممکن نہیں اس لئے ہم صرف ان کے تعارف پر اکتفا کرتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اس مجموعہ میں شامل تمام مقالات نادر اور خالص علمی اور تحقیقی نوعیت کے ہیں اور ان کی قدر و قیمت کا اندازہ ان کے فاضل مصنفین کے علمی قد و قامت سے کیا جاسکتا ہے۔

کتاب ۳۲۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس پر قیمت درج نہیں کی گئی ہے۔

مقالات ہاشمی

تصنیف: مولانا عبد القدوس ہاشمی ندوی
ناشر: دار التذکیر، ۱۳۲۔ علامہ اقبال روڈ نزد پل نمبر ۲ دھرم پورہ، لاہور

زیر نظر مولانا عبد القدوس ہاشمی ندوی کے چودہ مکاتیب کا مجموعہ ہے۔ ان میں سے ہر ایک مکتوب اپنی جگہ پر ایک مختصر مگر جامع مضمون کی حیثیت رکھتا ہے۔ مضامین کے موضوعات زیادہ تر ان اعتقادات، روایات اور رسومات سے متعلق ہیں جو مسلمانوں کے معاشرہ میں مختلف واسطوں سے بالارادہ یا بلا ارادہ گھس آئی ہیں اور اکثر لوگ انہیں دین کا حصہ نہیں تو کم از کم دین سے ماخوذ ضرور مانتے ہیں۔ یہ باتیں ہمارے معاشرہ میں کیوں، کب اور کیسے داخل ہوئیں؟ مولانا ہاشمی نے ان کی تاریخ، ان کے پس منظر اور ان کے ارتقائی مدارج کو ایک سائنٹیفک انداز میں پیش کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان مسائل کی صحیح نوعیت کو قرآن حکیم، احادیث نبوی اور فقہ اسلامی کی روشنی میں واضح کیا ہے۔ اس مجموعہ میں مضامین کی تعداد چودہ (۱۴) ہے جن میں سے سب سے اہم "معتبر اور معتبر روایات" کے

عنوان سے ہے۔ یہ مقالہ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت و اہمیت واضح کرنے، ان کے بارے میں احتیاط برتنے اور لوگوں کو گمراہی سے بچانے کے لئے لکھا گیا ہے: مولانا نے روایات کے رد و قبول میں احتیاط پر زور دیتے ہوئے ان کے معتبر اور غیر معتبر ہونے کے دلائل پر بحث کی ہے اور آخر میں غیر معتبر روایات کے ۱۲۵ نمونے مختصر تبصرہ کے ساتھ درج کئے ہیں۔ امید ہے کہ یہ نمونے لوگوں کو احادیث کے بارے میں غیر محتاط رویے سے باز رکھنے کے لئے نہایت کارآمد ثابت ہوں گے۔ اس مقالہ کے علاوہ مولانا کے دوسرے قابل ذکر مضامین میں سے "قرآن اور عدد ۱۹"، "پانی مقدس"، "علم لدنی"، "عرس مبارک" اور "تعویذ" وغیرہ خاصے دلچسپ اور معلومات افزا ہیں۔

کتاب ۲۰۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ صفحات پر نمبر لگاتے ہوئے عام روایت سے ہٹ کر جدت پیدا کی گئی ہے۔ دائیں ہاتھ والے صفحات کو طاق اعداد اور بائیں ہاتھ والے صفحات کو جفت اعداد دیے گئے ہیں۔ کتاب پر قیمت درج نہیں ہے۔

کتابیات فراہیؒ

امام فراہیؒ کی شخصیت اور ان کے کمالات علمی اس دور میں تحقیق کا موضوع بن چکے ہیں۔ آج سے پچاس ساٹھ سال قبل تو ان کے بارے میں ان کے تلامذہ اور احباب ہی قلم اٹھاتے تھے لیکن اس وقت وہ ہر اس شخص کی ضرورت ہیں جو دین اور خصوصاً قرآن مجید کے بارے میں کوئی تحقیق کرنا چاہتا ہے۔ لہٰذا ان پر خاصی مقدار میں لٹریچر تیار ہو چکا ہے۔ ڈاکٹر ظفر الاسلام اصلاحی جو ادارہ علوم القرآن علی گڑھ (انڈیا) سے وابستہ ہیں، نے "کتابیات فراہی" میں اس لٹریچر کے مکمل حوالے جمع کرکے امام فراہیؒ پر کام کرنے والوں کی ایک بڑی ضرورت پوری کردی ہے۔ اس کے چار حصوں میں مولانا فراہیؒ کے مطبوعہ تصنیفی و تالیفی سرمایہ اور ان کے متعلق کتب، مضامین اور غیر مطبوعہ مقالات، نیز مطبوعہ کتب پر تبصروں کے حوالے جمع کیے گئے ہیں۔ کتاب کے آغاز میں امام فراہیؒ کی شخصیت پر ایک تعارفی مضمون بھی شامل ہے۔

کتابیات کے مطالعہ سے مصنف کے چند دلچسپ نتائج فکر بھی سامنے آتے ہیں مثلاً یہ کہ مولانا فراہی کی کتابوں کے اولین ناشر علی گڑھ کا مطبع فیض عام اور اعظم گڑھ کا مطبع معارف تھے۔ مولانا فراہی کو سمجھنے اور ان پر اظہار خیال کے رجحان میں 1970 کے بعد اضافہ ہوا اور یہ رجحان 1980 کے بعد بڑھا اور شہر و بیرون شہر کی کئی جامعات میں امام فراہی کی شخصیت تحقیق کا موضوع بنی۔

80 صفحات پر مشتمل یہ کتابیات وقت کی ایک اہم ضرورت کو پورا کرتی ہے۔ اس خدمت پر ڈاکٹر ظفر الاسلام نکر فراہی کے قدر دانوں کی طرف سے داد کے مستحق ہیں۔ یہ کتابیات ادارہ علوم القرآن پوسٹ بکس نمبر 99 سرسید نگر علی گڑھ 202002 سے حاصل کی جا سکتی ہے۔

بقیہ : حذف (۴)

سلسلہ کلام ادا کرتا ہے۔ چنانچہ بدیہی طور پر متعین ہونے والے محذوف کلام کو سمجھنے میں بھی لوگوں نے اس لیے غلطیاں کی ہیں کہ انہوں نے سلسلہ کلام پر توجہ نہیں دی۔

کلام کے موقع و محل ہی سے یہ بھی متعین ہوتا ہے کہ محذوف جملہ مضمون کی شدت کا تقاضا کر رہا ہے یا اس کا موقع حسرت یا ملامت وغیرہ کا ہے۔ شرطیہ جملوں میں جواب شرط محذوف کرنے سے کلام میں شدت پیدا ہو جاتی ہے اگر موقع شدت کا ہو، اور حسرت، ملامت، زجر، شفقت، عنایت وغیرہ کے پہلو نمایاں ہو کر سامنے آ جاتے ہیں اگر موقع و محل ان کا ہو۔ اس لیے سیاق وسباق اور موقع و محل سمجھنے سے کسی حال میں بھی بے اعتنائی نہیں برتنی چاہیے۔

بقیہ : غزوہ احد (۲)

دعائیں کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کو شہادت کا شرف نصیب فرماتے۔ ان کے حسن انجام کو دیکھ کر مزید کتنے مسلمانوں کے شوق شہادت کو جلا ملی ہوگی۔ آج اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔

کچھ کمزور مسلمانوں کے اندر اگر یہ تاثر ابھرا کہ آئندہ کے مراحل میں بہتر منصوبہ بندی کر کے قریش مسلمانوں کو مغلوب کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں تو قرآن مجید نے اس امکان کو قطعاً مسترد کر دیا اور مسلمانوں کو تسلی دی کہ کفار اس جنگ سے پیدا ہونے والی صورت حالات سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے۔ ان کا فتح کا نشہ وقتی اور عارضی ہے۔ ان کے حوصلے بہت جلد پست ہو جائیں گے اور بالآخر کامیابی مسلمانوں کو حاصل ہونے والی ہے۔ وقت نے ثابت کر دیا کہ معاملات نے آگے چل کر وہی رخ اختیار کیا جس کی پیشگوئی قرآن مجید نے کر دی تھی۔

تالیفات امام حمید الدین فراہیؒ

		پیسے روپے
1	مجموعہ تفاسیر فراہی	176-00
2	حکمت قرآن	00-00
3	اقسام القرآن	00-00
4	ذبیح کون ہے	00-00

تالیفات مولانا امین احسن اصلاحی

1	تدبر قرآن : (۹ جلد)	1584-00
	: (فی جلد)	176-00
2	مبادی تدبر قرآن	63-00
3	مبادی تدبر حدیث	54-00
4	حقیقت شرک و توحید	78-00
5	حقیقت نماز	33-00
6	حقیقت تقویٰ	33-00
7	تزکیہ نفس : جلد اول (شائع کردہ ملک سنز)	60-00
	: جلد دوم	63-00
8	دعوت دین اور اس کا طریق کار	66-00
9	اسلامی قانون کی تدوین	42-00
10	اسلامی ریاست	00-00
11	اسلامی ریاست میں فقہی اختلافات کا حل	42-00
12	اسلامی معاشرہ میں عورت کا مقام	63-00
13	قرآن میں پردے کے احکام	8-00
14	فلسفے کے بنیادی مسائل قرآن حکیم کی روشنی میں	66-00
15	تفہیم دین	54-00
16	مقالات اصلاحی : جلد اول	87-00
	: جلد دوم	00-00
	: جلد سوم	00-00

فاران فاؤنڈیشن

122 - فیروز پور روڈ، اچھرہ، لاہور - 54600 - پاکستان - فون: 042-4808001